ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

مورخہ: ۱۴ر جون ۱۹۶۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ قَالَ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ وَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابی سعید خدریؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے جو شخص کسی امر خلاف شرع کو دیکھے اس کو اپنے ہاتھوں تبدیل کر دے۔ (مثلاً خلاف شرع باجے اور شراب کی چیزیں۔ ان کو اپنے ہاتھوں سے توڑ دے اور ضائع کر دے) اگر ہاتھوں سے تباہ و برباد کرنے کی قوت نہ ہو تو پھر زبان سے منع کرے اور زبان سے منع کرنے کی بھی قوت نہ ہو تو پھر دل سے اس کو بُرا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدْہِنِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ وَالْوَاقِعِ فِیْہَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَہَمُوْا سَفِیْنَۃً فَصَارَ بَعْضُہُمْ فِیْ اَسْفَلِہَا وَصَارَ بَعْضُہُمْ فِیْ اَعْلَاہَا فَکَانَ الَّذِیْ فِیْ اَسْفَلِہَا یَمُرُّ بِالْمَاءِ عَلَی الَّذِیْنَ فِیْ اَعْلَاہَا فَتَاَذَّوْا بِہٖ فَاَخَذَ فَاْسًا فَجَعَلَ یَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِیْنَۃِ فَاَتَوْہُ فَقَالُوْا مَالَکَ قَالَ تَاَذَّیْتُمْ بِیْ وَلَا بُدَّ لِیْ مِنَ الْمَاءِ فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ اَنْجَوْہُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَہُمْ وَاِنْ تَرَکُوْہُ اَہْلَکُوْہُ وَاَہْلَکُوْا اَنْفُسَہُمْ۔

ترجمہ:۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ کی (مقرر کی ہوئی) حدود میں سستی کرنے یا ان حدود میں گر پڑنے والے ان لوگوں کی مانند ہیں جو جگہ پانے کے لئے قرعہ ڈال کر کشتی میں بیٹھے ہوں یعنی بعض لوگ کشتی کے نیچے تھے اور بعض اوپر۔ پھر جو لوگ کشتی کے اوپر تھے وہ نیچے کے لوگوں سے اذیّت پاتے تھے اس لئے کہ وہ پانی لینے کے لئے اوپر جایا کرتے تھے جب اوپر والے اس سے تنگ آ گئے اور نیچے آدمیوں کو انہوں نے آنے جانے سے روکا۔ تو ایک روز نیچے کے آدمیوں میں سے ایک آدمی نے تبر یا کلہاڑا اٹھایا اور کشتی کے تختوں کو توڑنا شروع کیا اوپر کے لوگ اس کے پاس آئے اور اس سے کہا تو کیا کرتا ہے اس نے کہا تم میرے آنے جانے سے تکلیف پاتے تھے اور میں پانی حاصل کرنے کے لئے مجبور ہوں۔ (اس لئے پانی کے لئے مجھ کو کوئی جگہ نکالنی چاہیئے ایسی حالت میں دو ہی صورتیں سامنے تھیں) یا تو لوگ اس کو کشتی توڑنے سے روکیں اور اس شخص کے ساتھ اپنے آپ کو بھی ڈوب جانے سے بچائیں یا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں اس کو بھی ہلاک کریں اور خود بھی ہلاک ہو جائیں۔

عَنْ حُذَیْفَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْہَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ اَوْ لَیُوْشِکَنَّ اللّٰہُ اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ عِنْدِہٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّہٗ وَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ۔

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (دو باتوں میں سے ایک تو ضرور ہوگی یعنی یا تو) تم البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی نیک کاموں کا حکم اور بُری باتوں کی ممانعت) کرتے رہوگے (اور یا) عنقریب خداوند تعالےٰ تم پر عذاب نازل فرمائے گا اور اس وقت تم خدا سے دعاء کروگے اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائیگی۔

عَنِ الْعُرْسِ بْنِ عُمَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عُمِلَتِ الْخَطِیْئَۃُ فِی الْاَرْضِ مَنْ شَہِدَہَا فَکَرِہَہَا کَانَ کَمَنْ غَابَ عَنْہَا وَمَنْ غَابَ عَنْہَا فَرَضِیَہَا کَانَ کَمَنْ شَہِدَہَا

ترجمہ:۔ حضرت عرسؓ بن عمیر کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب زمین پر گناہ کئے جائیں تو جو شخص ان کو دل سے بُرا سمجھے وہ اگرچہ وہاں موجود ہو اس شخص کی مانند سمجھا جائے گا جو وہاں موجود نہیں ہے اور جو شخص وہاں موجود نہ ہو اور ان گناہوں کو بُرا خیال نہ کرے وہ اس شخص کی مانند ہے جو وہاں موجود ہے (یعنی گناہوں کو بُرا سمجھنے والا گناہگاروں کے زمرہ سے خارج سمجھا جائے گا اور بُرا نہ سمجھنے والا گنہگاروں میں شامل خیال کیا جائے گا۔ (ابوداؤد)

عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ قَالَ یَا اَیُّہَا النَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَءُوْنَ ہٰذِہِ الْاٰیَۃَ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اہْتَدَیْتُمْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوْا مُنْکَرًا فَلَمْ یُغَیِّرُوْہُ یُوْشِکُ اَنْ یَّعُمَّہُمُ اللّٰہُ بِعِقَابِہٖ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں سے فرمایا۔ لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو۔ یا ایہا الذین امنو علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ (مومنو! تم اپنے نفسوں کو لازم پکڑ لو جو شخص گمراہ ہو گیا ہے وہ تم کو ضرر نہ پہنچائے گا جب کہ تم ہدایت پر ہو) میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس بابت) یہ فرماتے سنا ہے لوگو! جب تم کسی امر منکر (خلاف شرع) کو دیکھو اور اس کی اصلاح و تبدیلی میں کوشش نہ کرو۔ تو قریب ہے کہ خداوند تعالےٰ تم کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے۔

عَنْ اَبِی الْبُخْتَرِیِّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یَّہْلِکَ النَّاسُ حَتّٰی یُعْذِرُوْا مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابی البختریؓ نبیؐ کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لوگ اس وقت تک ہلاک نہ ہوں گے جب تک ان میں گناہ کی زیادتی نہ ہو جائے گی۔

عَنْ عَدِیِّ بْنِ عَدِیِّ الْکِنْدِیِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَوْلًی لَّنَا اَنَّہٗ سَمِعَ جَدِّیْ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ الْعَامَّۃَ

(باقی صلا پر)

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور
ایڈیٹر مناظر حسین نظر
فون نمبر ۶۷۵۴۵
جلد ۹ | ۲۱ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۹۶۳ء | شمارہ ۶

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

لاہور، نارووال اور سابق صوبہ سندھ میں ریاست خیرپور کے ایک گاؤں موضع ٹھیڑی کے اندر محرم کے موقع پر ہولناک فسادات رونما ہوئے۔ جن میں سرکاری اطلاعات کے مطابق مجموعی طور پر تقریباً سیکڑوں افراد ہلاک اور سینکڑوں لوگ زخمی ہوئے — لاہور میں تو جھگڑے کا آغاز گھوڑے کا جلوس نکلتے ہی ہو گیا تھا۔ لیکن حکام اور جلوس کا اہتمام کرنے والوں کے طریق کار کے باعث معاملہ طول پکڑتا گیا۔ کشیدگی میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور آہستہ آہستہ لوگوں میں ہیجان بڑھتا ہی چلا گیا — حالات کے شاہد اور موقع پر موجود افراد سے بھی سننے میں آیا ہے کہ اس موقع پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام لیواؤں نے وہی تماشا دکھایا جو امام عالی مقام کے مقابلہ پر ان کے دشمنوں نے دکھایا تھا اور شاید کربلا کے میدان میں بھی بیک وقت اس قدر جانیں تلف نہ ہوئی ہوں۔ جس قدر جانوں کا ضیاع عاشورہ کے دن پاکستان کے مختلف گوشوں میں ہوا۔

تفو بر تو چرخ گرداں تفو

ہمیں یقین ہے کہ اگر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو مستقبل کا علم ہوتا اور وہ امت کی اس فساد انگیز روش سے باخبر کر دیئے جاتے تو وہ امت کو تباہی سے بچانے کی خاطر ضرور پیش بندی فرما جاتے۔ ذکر حسین کے نام پر خون مسلم کی ارزانی کے امکانات ختم فرما دیتے۔ کس قدر افسوس اور شرم کا مقام ہے کہ مسلمان اپنے ہی ہم وطنوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اور یاد رکھیئے یہ نہ اسلام کی خدمت ہے، نہ انسانیت کی، نہ قوم کی اور نہ وطن کی — یہ مذہب کے نام پر انسانیت اور دین خداوندی دونوں کی رسوائی ہے —— اور اس حکومت کے لئے باعث بدنامی ہے جس نے علما رسوا اور سیاہ باطن واعظین اور ہرزہ سرا ذاکرین کی مشکیں ابھی تک نہیں کسیں۔ جن کی گز گز بھر لمبی زبانیں فرقہ وارانہ جذبات کو ہوا دیتی ہیں وہ ایک دوسرے کے بزرگوں پر زبانِ طعن درازی کرتے ہیں

کیا کسی فرقہ کے بزرگوں کو بُرا کہہ کر ملک میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم ہو سکتی ہے؟ کیا دوسرے فرقوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچا کر ایک دوسرے سے رواداری کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا ایک فرقہ کے لوگوں کو دوسرے فرقے کے لوگوں کے گھروں اور محلّوں میں ان کی منشا اور ان کے عقائد و نظریات کے خلاف رسومات کی اجازت دے کر امن و امان کی بحالی کا گمان کیا جا سکتا ہے؟ یہ سب باتیں حکومت کے سوچنے کی ہیں اور اسے چاہیئے کہ جلد از جلد ان کا نوٹس لے اور اس سلسلہ میں مناسب کارروائی کرے —— حکومت کو کسی بھی فرقہ کے لوگوں کی خواہ وہ سنّی ہوں یا شیعہ دلجوئی مقصود نہ ہونی چاہیئے۔ بلکہ ملک کی سالمیت اور امن و امان کی بحالی کا مسئلہ اس کے پیش نظر ہونا چاہیئے۔

یہ حقیقت کسی سے مستور نہیں کہ اس ملک کی اکثریت اسلام کی نام لیوا ہے۔ اُس اسلام کی نام لیوا جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک پہنچا۔ ان کے توسط سے تابعین کو ملا۔ تابعین کی وساطت سے تبع تابعین کو نصیب ہوا اور اسی طرح مختلف ذریعوں سے ہم تک پہنچا —— یہ اسلام امن اور سلامتی کا پیغامبر ہے۔ بزرگوں کا احترام سکھاتا ہے۔ انسانیت کی راہ بتاتا اور انسانوں کے حقوق متعین کرتا ہے —— اس نے کبھی دنگا فساد اور قتل و خونریزی کی تعلیم نہیں دی۔ یہ اخوت و محبت کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اور اس نے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ تمام کائناتِ انسانی کو الفت محبت اور اتفاق و اتحاد کا درس دیا ہے —— "الخلق عیال اللہ" داعیٔ اسلام ہی کے الفاظ ہیں اور تمام بنی نوع انسان کو آدم کی اولاد اسلام ہی بتاتا ہے — چنانچہ جن لوگوں نے جھگڑے کی ابتداء کی، فرقہ وارانہ عصبیت کا یہ شرمناک مظاہرہ کیا اور اس قدر شدید چھاپہ مار کر ہولناک فساد کا آغاز کیا۔ انہوں نے اسلام کی حرمت پر کلہاڑی چلانے کی ناپاک جسارت کی ہے —— اور انہیں جس قدر جلد ہو سکے کیفر کردار تک پہنچانا حکومت کا اوّلیں فرضِ منصبی ہے ——

باقی یہ کہ فساد کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟ کیوں ہوئی؟ کون کون سے خاص افراد اس کا باعث بنے؟ کن کن سربرآوردہ لوگوں نے بر سر عام اپنے فرقہ کے لوگوں کو حملہ کی ترغیب دی اور انہیں حملہ پر اکسایا؟ ایک ہی قسم کے خنجر، چھریاں اور ریوالور کہاں سے، کیونکر اور کن سوچے سمجھے عزائم کے تحت فراہم کئے گئے؟ فساد کا آغاز کس فریق نے کیا؟ کس فریق نے جھگڑے کی ابتدا کر کے پولیس کو فائرنگ پر مجبور کیا اور وہ کس فرقہ کے سربراہ ہیں جنہوں نے سوچی سمجھی سکیم کے تحت لوگوں کا امن و سکون چھین کر ان کو پریشانی اور بدامنی کے حوالے کرنے کی کوشش کی؟ ان سب امور کا سراغ لگانا حکومت کے لئے کوئی زیادہ مشکل نہیں — ایک حقیقت پسند اور غیر جانبدار منصف ان گلی کوچوں میں گھوم کر جہاں فساد رونما ہوا۔ ایک ہی نظر میں حالات کا جائزہ لے سکتا ہے اور معاملہ کی تہ تک پہنچ سکتا ہے۔ واقعات کے تمام نقشے عوام کی نگاہوں میں اور حالات کی ساری داستان بچے بچے کی زبان پر موجود ہے۔ اور پھر حکومت کا محکمہ سراغ رسانی کس مرض کی دوا ہے؟ کیا وہ تمام مجسٹریٹ جو اس دن ڈیوٹی پر تھے اور افسران پولیس جن کا فریضہ تھا کہ وہ حالات پر قابو پاتے اس امر کے شاہد نہیں کہ ابتدا کس طرف سے ہوئی کس طرح ہوئی اور کیونکر ہوئی؟

ہمیں اس مرحلہ پر جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے پولیس کی غیر جانبداری اور کارکردگی سے انکار نہیں مگر یہ سوال بجا طور پر سامنے آتا ہے کہ آخر اس فساد کی تیاریاں اور ناجائز آتشیں اسلحہ کی چوری چھپے فراہمی پولیس کی نظروں سے کیوں اوجھل رہی؟ خفیہ سراغ رسانی کا پورا نظام کیوں معطل ہو گیا اور وہ کیوں اس سلسلہ میں قبل از وقت معلومات فراہم نہ کر سکا؟ محرم کی دسویں رات ساڑھے دس بجے کے ہنگامہ کے بعد بھی حالات پر کیوں کڑی نگاہ نہ رکھی گئی؟ یہ تمام سوالات تشنۂ جواب ہیں ——

بہرحال اب جبکہ حکومت نے تحقیقات شروع کر دی ہے تو سوالات و واقعات کے چشم دید گواہوں کا فرض ہے کہ وہ اسلامی اصولوں کے تحت نہایت دیانتداری سے اور بلا رو رعایت صحیح صورتِ حال تحقیقاتی افسر کے سامنے بیان کریں۔ تاکہ وہ صحیح فیصلہ کر سکے۔

آخر میں ہم عوام سے مذہب اور انسانیت کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ وہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ چند عاقبت نااندیشوں کی مذموم حرکت کا نتیجہ ہے کہ ملک و قوم کی سالمیت کے لئے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور ہر اس بات سے پرہیز کریں جو فرقہ وارانہ جذبات ابھارنے میں ذرہ بھر ممد و معاون ہو سکتی ہے۔

مجالسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۱۳ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۶ر جون ۱۹۶۳ء

آج ذکر کے بعد جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:-

اخوّت و ہمدردی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ـــــــ اَمَّا بَعۡدُ

حضرتؒ مجلس ذکر کے بعد اصلاح حال کے لئے کچھ نہ کچھ فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ دنیا سے روحانی امراض سے پاک ہو کر آخرت میں جائیں۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کا خلاصہ یہ ہے کہ خالق کو بہ عبادت اللہ رسولؐ کو بہ اطاعت اور مخلوق کو بہ خدمت راضی رکھو۔ ہر ایک حقدار کا حق ادا کرو۔

اللہ تعالےٰ کا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ فقط اُسی کی عبادت کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق یہ ہے کہ اُن کے نقشِ قدم پر چلیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اُن کے نمونہ کو اپنائیں۔

آج میں محبت و اخوت اور ہمدردی کے بارے میں کچھ عرض کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:-

وَسَارِعُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَجَنَّۃٍ عَرۡضُہَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ ۙ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ۙ﴿﴾ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿ۚ﴾ (آل عمران ع ۱۴)

ترجمہ:- اور جلدی کرو طرف بخشش کے رب اپنے کی۔ اور بہشت کے کہ چوڑائی اس کا آسمان اور زمین ہے تیار کی گئی ہے واسطے پرہیزگاروں کے۔ جو لوگ کہ خرچ کرتے ہیں بیچ خوشی اور سختی کے اور بند کرنے والے غصے کے اور معاف کرنے والے لوگوں سے اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو۔

اور حدیث پاک میں بھی اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ میدانِ محشر میں تمام مخلوق کو ایک جگہ جمع کر لیں گے۔ تو ایک اعلان کرنے والے سے اعلان کروائیں گے کہ آؤ کہاں ہیں بزرگی اور عظمت والے لوگ۔ تو اس اعلان کو سن کر کچھ لوگ اٹھیں گے۔ اور تیزی سے جنت کی طرف چل پڑیں گے تو راستے میں فرشتوں سے ملاقات ہوگی۔ وہ ان سے پوچھیں گے۔ کہ اے لوگو! آخر بات کیا ہے کہ آپ لوگ بڑی تیزی سے جنت کی طرف جا رہے ہیں۔ آپ میں کیا خصوصیت ہے۔ اس پر وہ لوگ فرشتوں کو بتائیں گے کہ ہم لوگ چونکہ اہل فضل ہیں اس لئے جنت میں بھیجے جا رہے ہیں۔ اس پر وہ فرشتے سوال کریں گے۔ کہ اہل فضل ہونے کا مطلب کیا ہے۔ اس پر وہ لوگ بتائیں گے کہ دنیا میں جب ہم پر ظلم کیا جاتا تھا، ستایا جاتا تھا، بُرا برتاؤ کیا جاتا تھا تو ہم لوگ اس کو سہہ لیا کرتے تھے۔ اسی بناء پر آج ہم لوگوں کو جلد ہی جنت میں داخل ہونے کا اعلان سنایا گیا ہے۔ واقعی ایسے عمل کرنے والوں کا اجر بڑا ہی اچھا ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ قیامت کے روز جب لوگ حساب کتاب کے لئے اکٹھے ہوں گے۔ تو پہلے کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ جن کی گردنوں پر تلواریں ہوں گی اور خون کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جنت کے دروازے پر ان کا ہجوم ہو رہا ہوگا۔ تو دوسرے لوگ یہ شان دیکھ کر دریافت کریں گے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو ان کو بتلایا جائے گا کہ یہ لوگ شہید ہیں جو زندہ تھے۔ ان کو رزق دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد اعلان ہوگا کہ خداوند تعالےٰ پر جن لوگوں کا اجر اور ثواب آتا ہے۔ وہ لوگ اپنا اپنا اجر حاصل کرنے کے لئے جنت میں داخل ہوتے جائیں۔ اس پر ایسے بہت سے لوگ اُٹھ بیٹھیں گے جو لوگوں کا قصور معاف کر دیا کرتے تھے۔ اور جو لوگ ان کے حقوق مار لیا کرتے تھے وہ ان کو معاف کر دیا کرتے تھے۔ پھر اور بھی اسی طرح اعلان کے اعلان ہوں گے اور اسی قسم کے ہزاروں لوگ جنت میں بے حساب داخل ہوں گے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ آج دنیا میں جو انسان کسی مسلمان کی کوئی مصیبت یا پریشانی دور کرائے گا۔ خداوند تعالیٰ کل قیامت کے دن اس کی مصیبت اور پریشانی دُور فرمائے گا۔ اور جو آج دنیا میں کسی تنگدست اور تنگ حال سے اس کی تنگدستی اور تنگ حالی دُور فرمائے گا۔ اور جو انسان اسی دنیا میں کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کے عیب پر دنیا اور آخرت میں پردہ ڈالے گا اور انسان جب تک کسی اپنے مسلمان بھائی کو سہارا دینے میں لگا رہتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کو سہارا دینے میں لگے رہتے ہیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایک مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کے لئے اس کی ضرورت میں چلنا دس سال اعتکاف کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ رضائے الٰہی کی نیت سے ایک دن کے اعتکاف کی وجہ سے اللہ تعالےٰ اس کو جہنم سے تین خندقوں (کھائیوں) جتنا دور فرما دیتے ہیں اور ہر خندق کی لمبائی اتنی ہوتی ہے جتنی کہ آسمان کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میری مسجد میں دو مہینہ اعتکاف کرنے سے کسی مسلمان بھائی کی کسی ضرورت میں چلنا زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی اپنے بھائی کے لئے اس کی ضرورت کے لئے نکلا اور اس کو پورا کر کے چھوڑا تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتوں کو مقرر فرما دیتے ہیں کہ وہ اس شخص کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔ اور اس سلسلہ میں جتنے بھی قدم اٹھتے ہیں۔ ہر قدم پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

اور آپؐ نے فرمایا کہ جو انسان اپنے کسی بھائی کے لئے اس کے کام میں جاتا ہے تو اس کو اپنے گھر سے جانے اور آنے میں ہر قدم پر ستر نیکیاں ملتی ہیں۔ اور ستر گناہ معاف ہوتے ہیں پھر اگر اس نے اس کام کو پار لگا دیا تو گناہوں سے اس طرح پاک کر دیا جاتا ہے کہ جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک ہوا کرتا ہے۔ اور اگر اسی دوران میں موت آجائے تو بے حساب جنت میں جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسلمانوں کے گھرانوں میں سے کسی گھرانے میں خوشی داخل کرے گا۔ اللہ اس شخص کو جنت میں داخل کر کے ہی راضی ہوگا۔ اور جو شخص کسی مظلوم کا حق دلائے گا۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز پل صراط پر اس کے پاؤں کو جمائے رکھے گا۔ یعنی پار لگائے گا۔

اور جس نے کسی مسلمان کا کام اس لئے کر دیا۔ تاکہ وہ خوش ہو جائے۔ تو اس نے مجھ کو خوش کیا۔ اور جس نے مجھ کو خوش کیا۔ اس نے اللہ کو خوش کیا۔ اور جس نے اللہ کو خوش کیا۔ اللہ تعالےٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مصیبت کے مارے پریشان حال کی فریاد رسی کی تو اللہ تعالےٰ ۷۳ بخششیں اس

(باقی ص۱۸ پر)

خطبۂ یوم الجمعہ ۱۴ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۷ر جون ۱۹۶۳ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡدُ

خلوت در انجمن

جانشینِ شیخ التفسیر رحمہ اللہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالۡبَنِیۡنَ وَالۡقَنَاطِیۡرِ الۡمُقَنۡطَرَۃِ مِنَ الذَّهَبِ وَالۡفِضَّۃِ وَالۡخَیۡلِ الۡمُسَوَّمَۃِ وَالۡاَنۡعَامِ وَالۡحَرۡثِ ط ذٰلِکَ مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ج وَاللّٰہُ عِنۡدَہٗ حُسۡنُ الۡمَاٰبِ ۝ قُلۡ اَؤُنَبِّئُکُمۡ بِخَیۡرٍ مِّنۡ ذٰلِکُمۡ ط لِلَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا وَاَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَۃٌ وَّرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ بَصِیۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ۝

(آل عمران ۲ع - پ ۳)

ترجمہ:- لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگانی کا فائدہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ کہہ دے کیا میں تمہیں اس سے بہتر بتاؤں۔ پرہیزگاروں کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاک عورتیں ہیں اور اللہ کی رضامندی ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے یہ فرمایا ہے۔ کہ دنیاوی اشیاء جو مذکورہ آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں انسان کے لئے طبعی طور پر کشش ڈال دی گئی ہے۔ یہ چیزیں آدمی کو بہت پسندیدہ ہیں۔ لیکن اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ان کی محبت میں حد سے زیادہ گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کو بھول جاتے ہیں ـــ ان چیزوں کو عزیز رکھنا فی نفسہٖ گناہ نہیں ـــ دنیوی زندگی گذارنے کے لئے ان سے فائدہ اٹھانا ناگزیر ہے اور یہ کوئی بُری چیز نہیں۔ مگر اس امر کی احتیاط بہرحال لازم ہے۔ کہ ان کی طرف رجحان یا رغبت ضرورت سے زیادہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس طرح انسان ان میں مگن ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ انہیں مقصدِ حیات سمجھ لے گا۔ اور اس طرح اپنی منزل بھول کر راہ سے بہت دُور بھٹک جائیگا۔

ہر شخص کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ چیزیں فانی ہیں۔ صرف دنیا میں کام آنے والی ہیں۔ دنیا سے اٹھ جانے کے ساتھ ہی ان سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے انہیں ان کی صحیح جگہ پر رکھتے ہوئے آخرت کا بھی سامان کریں ـــ اصل ٹھکانہ وہیں ہے اور بقا بھی اسی زندگی کو ہے۔

اس حقیقت سے کسی بندۂ خدا کو غافل نہ ہونا چاہئے کہ دنیا کی نعمتیں، مال و دولت، بال بچے، کھیتی باڑی، مال مویشی سب ناپائدار اور بے ثبات ہیں۔ ان کا نہ کوئی بھروسہ ہے، نہ اعتبار ـــ ان میں محو ہو جانا اور خدا کو بھول کر ان چیزوں کے حصول کو مقصدِ زندگی بنا لینا عقلمندی نہیں ہے۔ شریعت کے مطابق اور حدود کے اندر رہ کر ہی ان سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے اور ہمیشہ اللہ تعالٰے کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے خوف کھانا چاہئے۔ اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ کیونکہ ایسے متقیوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے حسین باغ دینے کا وعدہ فرمایا ہے جن میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی نہریں ہوں گی۔ نیک اور پاکیزہ بیویاں ملیں گی۔ ایسے باغوں میں ہمیشگی کی زندگی ملے گی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالٰے کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو گی۔ جس سے دل کو اطمینان، مسرّت اور خوشی کی دولتِ لازوال میسّر آئے گی۔ اور یہ حقیقت ہر ذی نفس کے پیشِ نظر رہے کہ اللہ تعالٰے سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ وہ ہر شخص کی نیت اور اس کے اعمال پر گہری نظر رکھتا ہے۔ کوئی چھوٹی بڑی شے اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے ہمیں نہایت محتاط رہنا چاہیے ہر وقت اس کے احکام کی فرمانبرداری کرنی چاہئے اور اسی کی یاد میں ہر گھڑی شاغل رہنا چاہئے۔

محترم حضرات!

ذرا غور فرمایئے کہ اللہ تعالٰے نے آیتِ بالا میں مذکورہ دنیوی اشیاء کی محبت بھی خود ہی دل میں ڈال دی اور ساتھ ہی یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ خبردار! ان میں دل بستگی نہ ہو۔ یہ دھوکہ دینے والی چیزیں ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو پھر انسان کا امتحان ہی نہیں۔ ان چیزوں کی محبت کی وجہ سے اکثر انسان امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ ان اشیاء سے ضرورت کا تعلق رکھتے ہوئے بھی ان سے دلی طور پر لاتعلق رہے ـــ انسانوں میں بیٹھے، بیوی بچوں کے حقوق ادا کرے، مال و دولت میں سے زکوٰۃ ادا کرے۔ اسے احکامِ شریعت کے مطابق صرف۔ غریبوں اور مساکین کی نگہداشت کرے۔ مال و دولت کی کثرت اگر حکمِ خداوندی کے بجالانے میں مانع ہو تو جلد از جلد اس سے چھٹکارا حاصل کر لے ـــ گھوڑوں اور مویشیوں سے کام ضرور لے مگر ان میں مگن نہ ہو۔ حکمِ خداوندی کے تحت بیوی بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے کھیتی باڑی ضرور کرے مگر اسی کو مقصود نہ بنا لے۔ عورتیں اپنے کام ضرور بجا لائیں مگر دل کا تعلق اللہ سے قائم رکھیں ـــ ہاتھ کام میں لگے ہوں مگر دل اللہ جل شانہٗ سے جڑا ہو ـــ یعنی دست بکار اور دل بیار کی کیفیت ہویدا ہو۔ چنانچہ یہی کیفیت کہ ہاتھ کار میں لگے ہوں اور دل یار کے ساتھ پیوست ہو یعنی اللہ جل شانہٗ کی یاد میں محو ہو اور دنیا میں رہ کر بھی دل کا کنکشن خدا سے جڑا ہو۔ اصطلاحِ تصوف میں "خلوت در انجمن" ہے۔ اللہ تعالٰے ہمیں اس کیفیت کے مکمل حصول کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بزرگانِ محترم!

اس چند روزہ زندگی کے بارے میں اسلام کی پالیسی اور موقف ہی یہ ہے کہ وہ اسے ترقی و کامیابی کی معراج یا مقصود بالذات نہیں سمجھتا۔ بلکہ وہ اس کو ایک ایسا عبوری مرحلہ سمجھتا ہے۔ جس کو پار کرنا انسان کے لئے ضروری ہے دینِ خداوندی بہت صفائی کے ساتھ اس کو آخرت کا بَل اور عمل کا ایک موقع قرار دیتا ہے ارشاد ہے:-

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَیُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ـ

حدیث میں آتا ہے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:-

کُنۡ فِی الدُّنۡیَا کَاَنَّکَ غَرِیۡبٌ اَوۡ عَابِرُ سَبِیۡلٍ وَعُدَّ نَفۡسَکَ مِنۡ اَهۡلِ الۡقُبُوۡرِ

دنیا میں تمہیں اس طرح رہنا چاہیے کہ جیسے ایک مسافر رہتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تمام تکلفات و آسائشوں کو چھوڑ کر مسافر کی طرح اپنی منزل یعنی آخرت کی طرف بڑھو ـــ محض ذاتِ حق سے محبت رکھو اور اس طرح بندگی کرو کہ اللہ میاں خوش ہو جائیں ـــ پھر چونکہ آخرت اور ذاتِ خداوندی سے غفلت کی

اصل جڑ دنیا کی محبت ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ دنیا کی محبت تمام معاصی کی جڑ ہے۔

چنانچہ حدیث مذکورہ میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی محبت سے سخت پرہیز کا حکم دیا اور مسافرانہ زندگی کے بعد "او عابر سبیل" فرمایا گویا "کن فی الدنیا کانک غریب" میں جو یہ تعلیم دی گئی تھی کہ دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرو کہ گویا تم ایک مسافر ہو تو یہ ابتدائی درجہ ہے۔ جب اس درجہ کا رسوخ ہو جائے۔ تو اور ترقی کرو۔ اور اس طرح رہو جیسے ایک عابر یعنی عبور کرنے والا ہوتا ہے۔ مسافر تو کسی وقت کہیں ٹھہر کر آرام بھی کر لیتا ہے۔ اور عابر عبور کے درجہ میں کہیں ٹھہرتا ہی نہیں" "وعد نفسک من اھل القبور" ارشاد فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم دے رہے ہیں کہ اپنے نفس کو اہل قبور میں سے شمار کرو۔ یعنی جس طرح مردہ دنیا سے بے تعلق رہتا ہے اسی طرح تم زندگی میں اپنے دل کو تمام فانی تعلقات سے خالی کر لو، قطع کر لو، اور دل میں صرف ایک ذات پاک کا تعلق رکھو۔ دنیا میں تمام تعلقات پر اپنے خالق کی محبت کو غالب کر لو اور دل کو سب سے توڑ کر اللہ سے جوڑ لو۔

حضرتِ اقدس شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا ایک گورکھ دھندا ہے۔ یہاں کئی لذات ہیں۔ اولاد، بیوی، مال سب پیاری ہیں حقیقی لذت وہ پائے گا جو ان سب سے کٹ جائیگا اور بارگاہِ الٰہی میں سالم دل لے کر حاضر ہوگا۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔

کسی عارف نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے:؎

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
گرچہ غرق بدریاست خشک برخاست

جن لوگوں نے سمندر کا سفر کیا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں اور انہوں نے یہ نظارہ اکثر دیکھا ہوگا۔ کہ پرندہ سطح آب پر بیٹھا ہوتا ہے۔ موجیں ٹھاٹھیں مارتی ہوئی آتی ہیں اور اس کے اوپر سے گزر جاتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ غرق ہو گیا مگر جب موجیں ختم ہو جاتی ہیں تو وہ جھٹکے سے پر جھاڑ کر اڑ جاتا ہے۔ گویا موجوں کا اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا۔ چنانچہ ایک مسلمان کو بھی دنیا میں اسی طرح رہنا چاہئے کہ بظاہر سب سے ملے لیکن اثر کسی کا قبول نہ کرے اور فقط اللہ ہی سے دل لگائے ـــ اس کے قلب میں اللہ کے سوا کوئی نہ سمائے ـــ اسے خوف ہو تو اللہ تعالٰی کا ـــ محبت ہو تو اللہ تعالٰی سے لحاظ ہو تو اللہ تعالٰی کا ـــ فرمانبرداری ہو تو اللہ تعالٰی کی ـــ اور دوسرے تمام فرائض حیات پر انہیں جذبات کا پرتو پڑے۔ ماں باپ کی اس لئے خدمت کرے کہ ان کی خدمت سے اللہ راضی ہوگا۔ بیوی کی اس لئے نگہداشت کرے کہ اللہ راضی ہو۔ بال بچوں کی پرورش اس نقطۂ نگاہ سے کرے کہ خدا ناراض نہ ہو اور وہ راضی ہو جائے۔ غرضیکہ تمام امورِ دنیوی انجام دے مگر دل سوائے اللہ جلشانہٗ کے کسی سے نہ لگائے۔ اور دنیا سے مسافر اور عابر کی حیثیت سے گزرے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مردہ کی طرح دنیا سے بے تعلق رہو۔ جسم لوگوں میں نظر آئے مگر قلب و روح بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں اور اسی ذاتِ وحدہٗ لاشریک سے ان کا براہِ راست کنکشن ہو ـــ

دُنیا ایک قیدخانہ ہے

عزیزانِ محترم!

پھر دنیا تو دل لگانے کی جگہ بھی نہیں ہے۔ یہ تو جائے عبرت ہے۔ اس سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اچھی بات فرمائی ہے ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دنیا کو مومن کے قیدخانہ قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "الدنیا سجن المومن" دنیا مومن کے لئے قیدخانہ ہے۔ اس حدیث پاک کی علمائے کرام اور بزرگانِ دین نے بہت سی تصریحات کی ہیں مگر عوامی نقطۂ نگاہ سے اگر صرف جیل کی زندگی پر غور کر لیا جائے تو اس حدیث پاک کا مطلب واضح ہو جائے گا ـــ میں چونکہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے جمعہ پڑھانے کے لئے بورسٹل جیل جایا کرتا تھا اس لئے جیل کی زندگی کو قریب سے دیکھنا نصیب ہوا۔ قیدخانے میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ڈسپلن (قواعد و ضوابط) کی بہت زیادہ پابندی کی جاتی ہے۔ گھنٹی کی آواز پر کھانا شروع کرنا۔ گھنٹی کی آواز پر کھانا ختم کرنا۔ گھنٹی کی آواز پر پاخانہ کے لئے بیٹھنا، گھنٹی کی آواز پر پاخانہ سے کھڑا ہو جانا۔ ہر بات میں پابندی، اٹھنا بیٹھنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ کوٹھڑیوں میں بند ہونا۔ نکلنا۔ غرض ہر قسم کی حرکات پر پابندی کوئی کام بلااجازت کے قیدی نہیں کر سکتا۔ اور نہ کسی حکم کی مخالفت کر سکتا ہے گویا یوں سمجھئے کہ ایک مطیع و منقاد اور فرمانبردار اونٹ کی طرح ہے کہ جب اس کو کھڑا کیا جاتا ہے تو کھڑا ہو جاتا ہے اور جب اس کو بٹھایا جاتا ہے تو بیٹھ جاتا ہے۔ ہر قسم کی پابندی اور آزادی کے سلب ہو جانے کا نام قیدخانہ ہے کوئی کام اپنی خوشی اور ارادہ سے نہیں کر سکتا جو کام کرتا ہے اپنے افسر کی اجازت سے ہی کرتا ہے۔ حتیٰ کہ کھانا پینا اور پیشاب پاخانہ میں بھی آزاد نہیں رہتا۔ ہر قسم کی آزادی اور خود مختاری کے سلب ہو جانے کو جیل کہتے ہیں۔ اگر یہ ساری صورتِ حال پیشِ نظر رکھی جائے تو حدیث کے معنی سمجھ لینے میں کوئی دشواری نہیں رہتی۔ دنیا مومن کا قیدخانہ ہے۔ یعنی مومن اس زندگی میں آزاد نہیں ہے بلکہ اس کی زندگی کا ایک ایک گوشہ شریعتِ اسلامیہ کے قبضہ میں ہے۔ شریعت کے خلاف نہ کھا سکتا ہے، نہ پی سکتا ہے۔ نہ چل سکتا ہے۔ نہ بیٹھ سکتا ہے۔ غرض تمام زندگی اللہ اور رسول ؐ کے حکم کے تابع ہے۔ نہ تو خدا و رسول ؐ کی بلااجازت کوئی حرکت کر سکتا ہے نہ ان کے حکم کی تعمیل میں تامل سے کام لے سکتا ہے۔ ہر حال میں یہ احکام خداوندی کا پابند ہے۔

چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں یہ تحریر فرمایا ہے کہ مومن کی زندگی کی خاص شان یہ ہے کہ وہ اس دنیا سے بس مسافر اور سرائے کا سا تعلق رکھتا ہے۔ باقی فکر و عمل، جدوجہد کا اصل تعلق خدا و آخرت سے ہوتا ہے۔ اور جو دنیا میں ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ بھی ہو جائے وہ بھی ہو جائے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی سرائے میں یہ تمنا کرے کہ یہاں جھاڑ فانوس سب لگا دئیے جائیں اور پھر کمائی سے خرید کر لگا بھی دے ـــ تو ظاہر ہے۔ کتنی بڑی حماقت ہے۔ خاص کر جب یہ بھی حکم ہو کہ اس سرائے میں چار دن سے زیادہ کوئی قیام نہیں کر سکتا۔ اس صورت میں اپنی کمائی وہاں کی تزئین میں لگانا پورا خلل دماغ ہے۔ اور پھر اس دنیا میں رہنا اختیاری بھی نہیں ـــ جس وقت مالک کا حکم ہوگیا۔ سرائے دنیا کو لازماً چھوڑنا پڑے گا تو اس حال میں تو ہرگز دل دنیا سے نہ لگانا چاہئے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک "الدنیا سجن المومن" کے یہی معنی ہیں کہ جیل خانہ میں کسی کا جی کبھی نہیں لگا کرتا۔ خواہ کیسا ہی عیش ہو ـــ تو دنیا کو جیل خانہ تکلیف وغیرہ کی وجہ سے نہیں فرمایا بلکہ اس لئے فرمایا کہ مومن کا دل کبھی اس میں نہیں لگتا۔ وہ صرف اللہ سے دل لگاتا ہے۔

چنانچہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ دنیا میں اس کا جی نہ لگے اگرچہ اس میں بظاہر کیسا ہی عیش و آرام ہو ـــ

بزرگانِ محترم!

یہ ٹھیک ہے کہ اسلام رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا۔ اور نہ کسی کسبِ دنیا یا دنیا کمانے سے کلیتہً منع کرتا ہے۔ مگر یہ بھی نہیں چاہتا کہ

ارشاداتِ مجالسِ ذکر از حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

۶- نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

محمد مقبول عالم بی اے - لاہور

۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۵ء، جمعرات

ذکر سے دل کی درستگی :-

انسان کو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اُس کام کو آسان کرنے کے لئے دل کی طرف توجہ ڈال کر ذکر کرنے سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ انسان کا کام اطاعت اللہ ہے۔ اور ذکر سے طبیعت اللہ کے لئے آمادہ ہو جاتی ہے۔ اور انسان بآسانی اس غرض کو نباہ سکتا ہے۔ ورنہ طبیعت آڑے آتی ہے۔ اور اطاعت سے گھبراتی ہے۔ جیسے گھوڑا اگر نیا ہو اور اس پر زین کسی جائے تو وہ اُچھلتا ہے۔ اور گھبراتا ہے۔ لیکن جب اسے سدھا لیا جائے۔ تو وہ چپ چاپ رہتا ہے۔ اور مالک کے اشاروں پر چلتا ہے۔

دل کی طرف توجہ ڈال کر ذکر کرنے کی ضرورت اس لئے ہے۔ کہ دل ایسی چیز ہے جو ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ سارا جسم دل کے تابع ہوتا ہے۔ اگر دل اطاعت اللہ کے لئے آمادہ نہ ہو۔ تو وجود بھی اطاعت اللہ کے لئے نہیں اُٹھ سکتا۔ اس لئے دل کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے قلبِ سلیم چاہیئے۔ جو دل قلب سلیم نہیں۔ وہ دل ہی نہیں۔ زندہ و بیدار دل کی ضرورت ہے۔ غافل دل زندہ نہیں ہے۔ مردہ ہے۔

۶ر دسمبر ۱۹۴۵ء

اللہ والوں کو حاصل ہونے والی نعمتیں :

اللہ والوں کو جو نعمتیں ملتی ہیں۔ وہ اَن گنت ہوتی ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اُن کا دل اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ذکر کی رغبت ہوتی ہے۔ دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے۔ ذکر میں لطف آتا ہے۔ اور خاص طور پر رات کے وقت الگ کمرے میں جب کہ اندھیرا ہو۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا ہو۔ وہاں ذکر کرنے میں زیادہ لطف آتا ہے۔

دوسری نعمت یہ ملتی ہے۔ کہ غافلین کی صحبت سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ ذاکرین کے پاس بیٹھنے کو جی چاہتا ہے۔

۱۳ر دسمبر ۱۹۴۵ء۔ جمعرات

ذکر کی برکات :-

ذکر کی بے شمار برکات ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اسمِ ذات کے ذاکر پر جملہ صفاتِ الٰہیہ کا عکس پڑتا ہے۔ کیونکہ اسم ذات تمام صفات کا جامع ہے۔ پھر جس صفت کا مظہر بننے کے لئے کوئی انسان زیادہ لائق ہوتا ہے وہ اس صفت کا مظہر بنتا ہے۔ مثلاً کوئی صفتِ علیم کا مظہر بن کر لوگوں کو علم کی دولت تقسیم کرتا ہے۔ کوئی صفت رزاقیت کا مظہر بن کر لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ جس طرح زمینیں مختلف پودے اگانے کی صلاحیتیں رکھتی ہیں۔ کسی میں تھوہر ہی تھوہر اُگتا ہے۔ کسی میں آک ہی آک اور کسی میں آم ہی آم۔ اسی طرح انسانوں میں بھی مختلف صلاحیتیں ہوتی ہیں۔

۳ر جنوری ۱۹۴۶ء، جمعرات

ذکر کی برکت : دل اللہ کیساتھ متعلق ہونا۔ اور دنیوی نفع ونقصان سے فرق نہ آنا :-

ذکر الٰہی سے یہ کمال حاصل ہوتا ہے۔ کہ دل اللہ کے ساتھ متعلق رہتا ہے۔ اور دنیوی نفع ونقصان سے اس میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور وہ حالت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ (۵۷:۲۳) (تاکہ تم اس پر غم نہ کھاؤ۔ جو تم سے جاتا رہا۔ اور نہ اس پر اِتراؤ جو تمہیں دیا ہے) گویا مل جائے تو وہ اتراتے نہیں۔ نقصان ہو جائے۔ تو غم نہیں کھاتے۔ جیسے حضرت زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ جہازوں کے غرق ہونے کی خبر پر بھی الحمد للہ کہا اور بچنے پر بھی۔ الحمد للہ در اصل اس نعمت پر تھا کہ ان خبروں سے دل میں کوئی اثر پیدا نہیں ہوا اور دل کا تعلق جو اپنے مولا سے تھا۔ اس میں فرق نہیں آیا۔

۱۰ر جنوری ۱۹۴۶ء، جمعرات

حضرتؒ کے دو حکم :-

جب میرے پاس بیٹھا کرو تو ذکر قلبی میں مشاغل رہا کرو۔ دل اللہ کی طرف متوجہ رہے غیر اللہ کا خیال آئے تو اس کی نفی کر دی جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ آدمی خود نیک بن جاتا ہے۔ اپنے ایمان کو بچا لیتا ہے۔ لیکن اپنی ماں، بیوی اور بچیوں کو دین نہیں سکھاتا۔ . . . . اس لئے وہ غافل رہتی ہیں۔ اور اکثر اس کی مخالف ہو جاتی ہیں۔ اس لئے انہیں بھی دین سکھائیں۔ اس کی تدبیر میں بتاتا ہوں۔ اور حکم دیتا ہوں۔ کہ سب سے پہلا رسالہ تذکرہ رسوم اسلامیہ لے جائیں اور گھر والوں کو سنائیں۔ اور اگلی جمعرات رپورٹ لکھ کر لائیں۔ کہ کس کس کو سنایا۔ کیا نتیجہ نکلا۔

بچے بھی بے دین رہتے ہیں۔ اس لئے ان کو درس یا جمعہ میں جبراً لایا کیجئے۔ تاکہ وہ آپ کے عقیدۃً تو موافق ہو جائیں۔ عمل میں خواہ سست رہیں۔

۱۷ر جنوری ۱۹۴۶ء، جمعرات

قلب کی دو حالتیں۔ رقّت اور قسوت :-

قلب کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک رقّت اور دوسری قسوت۔ یعنی رقیق اور سخت۔ دل کے سخت ہو جانے کے کئی اسباب ہیں۔ ان میں سے بڑا سبب اکل مشتبہ اور صحبت نا اہل ہے۔ مشتبہ سے بھی اثر آتا ہے۔ حرام تو بڑی چیز ہے۔ اور رقیق حالت اکل حلال اور صحبتِ اہل سے حاصل ہوتی ہے۔ اہل کی پہچان یہ ہے کہ جس کی صحبت سے خدا یاد آئے اور نا اہل وہ ہے جس کی صحبت سے خدا بھول جائے۔

دل جب نرم ہو تو دوسرے کے غم کو دیکھ کر اپنا غم یاد آ جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کی حالت ہوتی ہے ؎

آناں کہ یزداں پرستی کنند
بآواز دولاب مستی کنند

رہٹ کی چیخ و پکار سے خود رونا شروع کر دیتے ہیں ؎

بشنو از نے چوں حکایت می کند
واز جدائیہا شکایت می کند

دو بانسریاں جب اکٹھی بجائی جاتی ہیں تو ان سے رونے کی سی آواز نکلتی ہے۔ وہ دراصل اپنی اصل سے جدا ہونے پر روتی ہیں۔ اسی طرح انسان بھی اپنی اصل یعنی عالم ملکوت سے جدا کر کے عالم ناسوت میں پھینکا گیا ہے۔ اللہ والے اسی جدائی پر روتے ہیں

گذشتہ جمعرات رسالہ ۱ تذکرہ رسوم اسلامیہ سب کو دیا گیا تھا۔ آج آپؒ نے ایک ایک کو بلا کر رپورٹ لی۔ کہ رسالہ کس کو سنایا۔ اور آیا انہوں نے قبول کر لیا ہے یا نہیں۔ آج دوسرا رسالہ شہادۃ النجاریہ علی حرمت المزامیر لے جانے کا حکم دیا کہ یہ بھی اپنے گھر والوں کو سنائیں۔ اور اگلی جمعرات رپورٹ دیں۔

محمد شفیع عبدالدین (میرپور خاص)

اُسوۂ حسنہ

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر آیت ۷)

ترجمہ :- اور جو کچھ تمہیں رسول دے لے لو اور جس سے منع کرے باز رہو۔

لہٰذا اب ہماری بھلائی اس بات میں ہے کہ جن باتوں کے کرنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے وہ بجالائیں اور جن سے روکا ہے ان سے رک جائیں۔ ہماری دونوں جہان کی کامیابی اسی میں ہے۔

اب اوامر و نواہی کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں :-

۱۔ بدترین حکمران نہ بنو

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضرت عبیداللہ بن زیاد رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا۔ اے بیٹے! میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا :-

اِنَّ شَرَّ الرِّعَآءِ الْحُطَمَةُ

یعنی بدترین حاکم وہ ہے جو اپنی رعیت پر سختی کرتا ہے۔

یہ حدیث بیان فرما کر آپ نے حضرت عائذ کو ازراہِ نصیحت فرمایا :-

فَاِیَّاكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ

(ریاض الصالحین بحوالہ متفق علیہ)

یعنی پس تم احتیاط رکھنا کہیں ایسے لوگوں میں سے نہ ہو جانا جو بدترین حکمران ہیں۔

بالفاظ دیگر حاکم کو ظلم سے باز رہنا چاہیے پوری تندہی اور امانتداری کے ساتھ اپنے فرائض بجالانے چاہئیں۔ اور رعیت کی بہتری اور بھلائی میں کوشاں رہنا چاہیے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

خِیَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِیْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ یُحِبُّوْنَكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَیْهِمْ وَیُصَلُّوْنَ عَلَیْكُمْ وَ شِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِیْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَ یُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَیَلْعَنُوْنَكُمْ۔ (مشارق الانوار ع۱۱۹۲ بحوالہ مسلم) (عن عوف بن مالکؓ)

یعنی تمہارے بہتر سردار اور حاکم وہ ہیں جن کو تم چاہو اور وہ تمہیں چاہیں۔ اور تم ان کو نیک دعا دو اور وہ تمہیں نیک دعا دیں۔ اور بُرے سردار وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں۔ تم ان پر لعنت کرو۔ وہ تم پر لعنت کریں۔

(ف) جب حاکم اور رعیت میں محبت ہوگی تو انتظام بخوبی ہوگا۔ اسی واسطے ان کی تعریف کی۔ اور جب حاکم اور رعیت میں بغض اور نفرت ہوگی تو انجام کار بے انتظامی ہوگی۔ اس واسطے ان کی مذمت کی۔

اس حدیث میں حاکموں کو نصیحت ہے۔ کہ انصاف کریں۔ اور ظلم سے دور رہیں۔ اس واسطے کہ حقیقت میں انصاف اور عدالت حاکم کی محبت کا سبب ہے۔ اور ظلم اور غفلت بغض کا سبب ہے۔ (مشارق الانوار)

جو حاکم ظلم اور سختی سے بچے۔ نرمی کو اپنا شعار بنائے وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا مستحق ہے جو آپ نے اچھے حاکموں کے لئے مانگی ہے اور اس بددعا سے بچے جو بُرے حاکموں کے لئے مانگی گئی ہے :-

اَللّٰهُمَّ مَنْ وَّلِیَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِیْ شَیْئًا فَشَقَّ عَلَیْهِ فَاشْقُقْ عَلَیْهِ وَمَنْ وَّلِیَ اَمْرِ اُمَّتِیْ شَیْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ۔ (مشارق الانوار ع۴۲۵ بحوالہ مسلم)

ترجمہ :- الٰہی! جو کسی کام کا میری امت پر حاکم ہو۔ پھر وہ اس پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی ڈال۔ اور جو کسی کام کا میری امت پر حاکم ہو پھر وہ اس سے نرمی کرے تو تو اس کے ساتھ نرمی کر۔

۲۔ جنت میں لے جانے والے اعمال بجالاؤ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبے میں جنت میں لے جانے والے اعمال کے بارے میں یوں فرمایا :-

(۱) اِتَّقُوا اللّٰهَ ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر چلو اور منع کئے ہوئے امور سے بچو۔

(۲) وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ ۔ یعنی پنجگانہ نماز پڑھو۔

(۳) وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ یعنی رمضان المبارک کے روزے رکھو۔

(۴) وَ اَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ

یعنی اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

(۵) وَ اَطِیْعُوْا اُمَرَآءَكُمْ

یعنی اپنے حاکموں کی (بشرطیکہ گناہ کا کام نہ ہو) اطاعت کرو۔

کیونکہ یہ حج کا موقعہ تھا اس لئے اس کا ذکر نہ فرمایا۔ ورنہ یہ بھی اسلام کا ایک رکن ہے اور صاحب استطاعت پر فرض ہے۔

یہ حدیث بیان فرما کر آپؐ نے فرمایا۔

تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ (اگر یہ افعال بجالاؤگے تو) اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(ریاض الصالحین بحوالہ ترمذی۔

اب جو تارکِ نماز ہو۔ روزوں سے غافل ہو۔ زکوٰۃ نہ دیتا ہو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر نہ چلتا ہو اسے اس حدیث شریف سے تنبیہہ پکڑنی چاہیے ؎

ہر کہ عمل نکرد و عنایت امید داشت
دانہ نکرد ابلہ و دخل انتظار کرد

(سعدیؒ)

؎ پرہیزگار باش کہ داور آسمان
فردوس جائے مردم پرہیزگار کرد

(سعدیؒ)

۳۔ سات قسم کے لوگ جو قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے زیرسایہ ہوں گے۔

آپؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن جس دن جب اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا اس دن سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں رکھے گا۔

۱۔ اِمَامٌ عَادِلٌ ۔ منصف حاکم یا سردار۔

۲۔ وَشَابٌّ نَشَاَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ وہ نوجوان جو اُمنگ جوانی سے اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مشغول ہوا۔

۳۔ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ اور وہ شخص جس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا ہے۔

۴۔ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ ۔ اور وہ دو شخص جو خدا کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور ملتے ہیں۔ اور خدا ہی کے واسطے جدا ہوتے ہیں۔

۵۔ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ ۔ اور وہ مرد جسے مالدار، باعزت اور خوبصورت عورت نے (برے کام کے لئے) بلایا۔ مگر وہ شخص یہ یہ کہہ کر (اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ) کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں کہہ کر حرامکاری سے

رُک گیا۔

۶۔ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَخْفَاھَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُہٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ ۔ وہ شخص جس نے خیرات کی اور اسے چھپایا۔ یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

۷۔ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ ۔ اور وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کیا اور اس کی دونوں آنکھیں جاری ہوگئیں (خوفِ الٰہی سے رویا)

(بخاری)

اب مسلمانوں کو چاہئے کہ اس حدیث پر غور کریں۔ اور وہ افعال بجالائیں جو قیامت کے دن انہیں ان خوش نصیب حضرات کے زمرے میں سے کر دے۔ چاہئے کہ عدل وانصاف کو اپنا شعار بنائیں۔ جوانی کو برباد نہ کریں بلکہ یادِ الٰہی میں صرف کریں۔ اور مساجد میں زیادہ آمد و رفت رکھیں خصوصاً پنجگانہ فریضہ نماز کے لئے مسجد کی حاضری چھوٹنے نہ پائے۔ دل لگاؤ کھیل تماشوں کے مقامات سے توڑیں اور مساجد سے جوڑیں۔ دوستی اور بغض محض اللہ کے لئے رکھیں کوئی دنیاوی غرض مقصود نہ ہو۔ جو دوستی یادِ الٰہی سے غفلت کا سبب بنے اس سے کنارہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ زنا اور لوازمات زنا سے بچیں۔ بے پردہ عورتیں جو حسن وجمال کی نمائش کرتی پھرتی ہیں۔ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں۔ نفلی عبادت تنہائی میں کریں اور خوفِ الٰہی سے گریہ وزاری کریں۔

۴۔ راستہ کے حقوق ادا کرو

آپؐ کی تعلیم ہے کہ راستہ میں بیٹھنے سے بچو۔ اگر بیٹھنے کی ضرورت درپیش آئے۔ تو راستہ کا حق ادا کرو۔

راستہ کے حقوق یہ ہیں:۔

۱۔ غَضُّ الْبَصَرِ۔ آنکھیں نیچی رکھنا۔ تاکہ اجنبی عورت پر نظر نہ پڑے۔ اور لوگوں کے عیوب نہ دیکھے جائیں۔

۲۔ وَکَفُّ الْاَذٰی۔ اور تکلیف دینے والی چیز کو راستہ سے دور کرنا۔ مثلاً اینٹ، کانٹا، ہڈی، پتھر وغیرہ ہٹانا۔

۳۔ وَرَدُّ السَّلَامِ۔ جو کوئی السلام علیکم کہے اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا۔

۴۔ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ۔ اور لوگوں کو اچھی باتیں بتانا۔

۵۔ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ اور بری باتوں سے روکنا۔ (مشارق الانوار حدیث ۱۱۵۱ بحوالہ بخاری ومسلم)

نیز آپؐ نے فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک شخص کو چلتے پھرتے دیکھا۔ اس شخص نے راستہ سے ایک درخت کو کاٹ کر ہٹا دیا تھا جو لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث تھا۔

(مشارق الانوار ۱۲۳۹ بحوالہ مسلم)

نیز آپؐ ہی کا فرمان ہے کہ ایمان کی شاخوں میں سے ایک سہل ترین شاخ (اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ) راستہ سے تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا ہے۔ (ریاض الصالحین بحوالہ متفق علیہ)

یعنی پتھر، کانٹا، مٹی، راکھ، گندگی وغیرہ راستوں سے ہٹائی جائے۔ چہ جائیکہ انہیں راستوں پر ڈال کر ایذا رسانی کی جائے۔

۵۔ سفر پر جانے والے کو ہدایت

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور عرض کی اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُسَافِرَ فَاَوْصِنِیْ۔ یعنی میں سفر پر جانے کا عزم کر چکا ہوں مجھے وصیت فرمائیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یوں وصیت فرمائی:۔

۱۔ عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ۔ تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا لازم ہے۔ یعنی سفر میں پرہیز گاری پر قائم رہنا۔ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا۔ اور اس کے اوامر و نواہی پر کاربند رہنا۔

۲۔ وَالتَّکْبِیْرِ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ۔ اور ہر بلندی پر تکبیر کہنا۔

جب سائل سفر کا زریں لائحہ عمل دریافت کر کے چلا گیا تو آپ سرکارؐ نے اس کے لئے دعا فرمائی:۔

اَللّٰھُمَّ اطْوِلَہُ الْبُعْدَ وَھَوِّنْ عَلَیْہِ السَّفَرَ۔ یا اللہ! اس کے لئے سفر کی درازی کو لپیٹ دے اور اس کے سفر کو آسان کر دے۔

(ریاض الصالحین بحوالہ ترمذی)

اب ہمیں چاہئے کہ جب سفر پر جانے کا اتفاق ہو تو اس حدیث میں پیش کردہ دو زریں اصولوں پر دورانِ سفر میں عمل کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سیدنا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا جو سائل کے حق میں فرمائی گئی ہے۔ ہمارے بھی شاملِ حال ہوگی۔ بالفاظِ دیگر ہمارا سفر فسق و فجور اور غیر شرعی امور کے لئے ہرگز نہ ہونا چاہئے۔ جدھر جائیں اور جہاں سے گذریں وہاں ہمیں تقویٰ کے نشانات چھوڑ کر لوٹنا چاہئے۔

۶۔ سفر کرنے والی مستورات کے لئے خاص حکم

مستورات کے لئے حکم ہے کہ وہ ایک دن اور رات کے بقدر سفر بغیر محرم کے نہ کریں۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ میری بیوی حج پر جا رہی ہے اور میرا نام فلاں جہاد میں جانے کے لئے لکھا جا چکا ہے۔ آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَاَتِکَ۔ جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

(ریاض الصالحین بحوالہ متفق علیہ)

جو حضرات مستورات کو بلا محرم سفر پر بھیج دیتے ہیں۔ وہ اس حدیث سے سبق لیں۔ دیکھئے ایک صحابیؓ کو جہاد سے روکا گیا مگر اس کی بیوی کو اکیلا سفر کرنے کی اجازت نہ فرمائی۔ اس حدیث پر مضبوطی سے اگر فی زمانہ عمل کیا جائے تو ناخوشگوار اور رونگٹے کھڑے کرنے والے واقعات جو کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں۔ ان کا قطعی طور پر قلع قمع ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بصیرت عطا فرمائے۔

۷۔ قابلِ رشک دو چیزیں

آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قابلِ رشک صرف دو چیزیں ہیں

۱۔ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْقُرْاٰنَ فَھُوَ یَقُوْمُ بِہٖ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّھَارِ۔ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی دولت عطا فرمائی اور وہ رات دن اس کی تلاوت کرتا ہے۔

۲۔ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَھُوَ یُنْفِقُہٗ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّھَارِ۔ اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور دولت عطا فرمایا اور وہ رات دن راہ خدا میں خرچ کرتا ہے۔ (ریاض الصالحین بحوالہ متفق علیہ)

یعنی یہ دو نیک خصائل ہیں جن پر رشک آنا چاہئے اور اپنے آپ کو ان دو خصائل کا متصف بنانا چاہئے۔

۸۔ قرآن کریم کی برکت

جو شخص قرآن کریم کی تلاوت کرتا رہے گا۔ اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کریگا۔ اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کریگا۔ اس بات پر ہمارے اسلاف گواہ ہیں جنہوں نے اس پر عمل کر کے دونوں جہان کی بھلائیاں حاصل کر لی تھیں۔ آپ کا فرمان ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتٰبِ اَقْوَامًا۔ اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ سے بہت سی قوموں کو بلند کرتا ہے۔ اور جو لوگ اس کے احکام کے مطابق اپنی چار روزہ زندگی بسر نہیں کرتے۔ انہیں بے قدر کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ وَیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ۔ اور اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بہت سی قوموں کو پست کرتا ہے۔

(ریاض الصالحین بحوالہ مسلم)

ہمیں چاہئے کہ اپنے اسلاف کی طرح قرآن مجید کو محکم پکڑیں اور ان سے پہلو تہی کر کے پستی کے گڑھے میں نہ گر جائیں۔

موضع کوسر شرقو - واہ کینٹ ـــ ایبٹ آباد ـــ اور راولپنڈی میں

روحانیت کے پُربہار مناظر

از قلم محمد عثمان غنی بی اے، واہ کینٹ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی جمعہ ۱۷ مئی ۱۹۶۳ء کو لاہور سے بذریعہ ریل کار ساڑھے آٹھ بجکر دس منٹ پر راولپنڈی تشریف لائے۔ ہم لوگ اسٹیشن پر موجود تھے حاجی بشیر احمد بھی حضرت کے ہمراہ تھے۔ اب کی مرتبہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ حضرت ہمارے ہی علاقہ میں تشریف لا رہے تھے چنانچہ ہم نے کار کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر مولانا عبدالحنان صاحب کی مسجد میں ٹھہرے۔ اور پھر واہ کینٹ کے لئے روانہ ہوگئے۔ گھر پہنچ کر کھانا کھایا اور پھر حضرت سے باتیں ہوتی رہیں برادر مکرم صوفی محمد یونس صاحب بھی ہمارے ساتھ پنڈی سے تشریف لے آئے تھے۔ یہ صوفی صاحب دنیا دار تھے مگر حضرت رحمۃ اللہ نے ان کو اللہ والا بنا دیا ہے اور اب ان کا لباس چال ڈھال سب حضرتؒ کی طرح ہے۔ حتیٰ کہ جوتا بھی حضرت کا سا پہنتے ہیں اور حضرت مولانا عبیداللہ انور ان کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عکس جمیل کہتے ہیں۔ چونکہ رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ اس لئے بچے انتظار کر کے سو گئے تھے مگر میری بڑی بچی ثمینہ غنی (عمر ساڑھے سات سال) آنکھیں ملتی ہوئی بستر سے اٹھی اور حضرت کی خدمت میں سلام پیش کیا حضرت شفقت کے تو پتلے ہیں ہی۔ خوب پیار کیا اور پھر بچی نے اپنا تیار کیا ہوا سبق سنایا۔ یہ سبق دراصل گزشتہ انعام سے متاثر ہو کر تیار کیا گیا تھا اور سارے سوالات کے جوابات بچی نے ازبر کئے ہوئے۔ قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے مکمل سوالات اور جوابات کی فہرست درج کر رہا ہوں تاکہ ان کے بچے بھی اس پروگرام کو بذریعہ خدام الدین پڑھ لیں۔ سوالات میں کرتا جاتا اور جوابات ثمینہ دیتی جاتی تھی۔ حضرت اور دیگر حاضرین سماعت فرما رہے تھے اور حضرت جواب پر بچی کو تحسین دیتے جاتے تھے۔

سوالات	جوابات
۱ سب سے بڑا کون ہے؟	اللہ تعالےٰ
۲ ہمارے پیارے نبی کون ہیں!	حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۳۔ اللہ تعالیٰ کا گھر کہاں ہے؟	مکہ معظمہ میں
۴۔ حضورؐ کا روضہ مبارک کہاں ہے؟	مدینہ منورہ میں
۵۔ حضورؐ پر کون سی کتاب نازل ہوئی؟	قرآن مجید
۶۔ ہمارے حضرتؒ کا نام کیا ہے؟	مخدومنا و مرشدنا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
۷۔ ہمارے حضرت کے جانشین کون ہیں ــــ؟	اعلیٰ جناب حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی
۸۔ ہم کون ہیں؟	مسلمان
۹۔ ہمارا مذہب کیا ہے؟	اسلام

سوالات	جوابات
۱۰۔ کلمہ سناؤ؟	پہلا کلمہ طیب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط
(۱۱) نمازیں کتنی ہیں ان کے نام بتاؤ اور رکعتیں بتاؤ؟	نمازیں پانچ ہیں۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء، رکعتیں بالترتیب چار، بارہ، چار، سات اور سترہ ہیں
۱۲۔ آپ کا نام اور آپ کے ابا کا نام کیا ہے؟	میرا نام ثمینہ غنی ہے اور میرے ابا کا نام محمد عثمان غنی صاحب ہے۔
(۱۳) آپ کہاں رہتے ہیں پورا پتہ بتاؤ؟	مکان نمبر 19E (واہ کینٹ)
۱۴۔ آپ کے ہاں کونسا رسالہ یا اخبار آتا ہے؟	رسالہ خدام الدین اور اخبار پاکستان ٹائمز
۱۵۔ آپ کا آبائی وطن کہاں ہے۔؟	قلعہ میاں سنگھ گوجرانوالہ
۱۶۔ آپ کونسی کلاس میں پڑھتی ہیں۔؟	تیسری
۱۷۔ قرآن مجید کی کوئی آیت اور ترجمہ سناؤ؟	وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ؀ ترجمہ! اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے بندہ آمد از برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی
(۱۸) کوئی اور آیت اور ترجمہ یاد ہو تو سناؤ؟	يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ؀ ترجمہ

اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

(۱۹) کوئی حدیث پاک یاد ہو تو سناؤ؟	اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ (ترجمہ)

(مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں)

(۲۰) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ارشاد سناؤ۔

جواب:۔ آپؒ نے فرمایا ــــ "مجھ سے تعلق رکھنے والے میرا کنبہ ہیں۔ میری سب کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بخش دے اور آپ کے گھر والوں کو بھی جنت میں لے جائے کوئی بھی مرد یا عورت دوزخ میں نہ جائے (آمین)"

(۲۱) اپنی پسند کی کوئی نظم سناؤ؟

(نظم) "محبت کے پھول"

پیارا شہر مدینہ ہے • میرا نام ثمینہ ہے
چھوٹی سی اک بچی ہوں • اپنے قول کی سچی ہوں
میرا بھائی ہے رضوان • اس سے چھوٹا ہے عرفان
ذکر خدا کا کرتے ہیں! • اللہ سے ہم ڈرتے ہیں
غنی ہیں میرے ابا جان • دادی کہتی ہے عثمانؔ!
میرے حضرت انور ہیں • بلے حد بندہ پرور ہیں
ان کا پیارا اجملؔ ہے • راج دلارا اکملؔ ہے
واہ میں آتے ہیں وہ جب • خوش ہو جاتے ہیں ہم سب
اپنے پاس بٹھاتے ہیں • ہم کو دین سکھاتے ہیں
میری ہے ہر وقت دعا • اے اللہ تو نیک بنا
تیرے دین سے الفت ہو • بری نہ کوئی خصلت ہو
ہر اک گھر میں پھیلے دین
سب کے سب کہیئے آمین

حضرت بڑے ہی خوش ہوئے اور بچی کو پیار کر کے میٹھا کھلایا اور پانچ روپے کا نوٹ عطا فرمایا۔ حاجی بشیر احمد صاحب جو حضرت کے خاص عاشق ہیں یہ پروگرام سن کر آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے۔ صوفی محمد یونس صاحب نے بھی ایک روپیہ دیا۔ یہ انعامات ہم نے ایک محفوظ جگہ پہ تاریخ وغیرہ کا اندراج کر کے رکھے ہیں۔ میں نے جب حضرت سے گزشتہ انعاموں کی بابت ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ حضرتؒ بھی گھر کے بچوں کو ہر جمعرات دو آنے دیا کرتے تھے اور ہر عید کو ہم لوگوں کو بھی ایک ایک روپیہ فی کس ملتا تھا جو ہم نے ابھی تک لکڑی کی چھوٹی چھوٹی صندوقچیوں میں محفوظ کر رکھے ہیں۔ پھر فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند کے خزانہ میں اکابر کے دیئے گئے چندوں اور عطیوں کی رقوم الگ الگ پیکٹوں یا تھیلوں میں سربمہر کر کے تاریخوں کا اندراج کر کے محفوظ کر لی گئی ہیں اور ان میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت شیخ الہند اور حضرت مدنی رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے نام ذکر کئے۔ ان ہستیوں کے نام عطیات دیوبند کے خزانہ کا Fixed Deposit ہے۔ پھر فرمایا کسی جگہ اللہ کے ایک برگزیدہ ولی تھے جو مجذوب تھے۔ وہ ہمارے حضرتؒ کو ہر ماہ دو پیسے تنخواہ بھیجا کرتے تھے اور حضرت ان دو پیسوں کی بے حد قدر کیا کرتے تھے چنانچہ آپ نے بتایا کہ حضرتؒ کا ایک بٹوا ہمارے پاس محفوظ ہے جس کے ایک کونے میں دو پیسے رکھے ہیں اور حضرتؒ نے ان کو بٹوے میں سلا دیا ہوا ہے یہ تبرکات ہیں ناچیز کو حضرت نے قرآن عزیز کا نیا طبع شدہ ایک نسخہ بھی مرحمت فرمایا۔

نماز فجر کے بعد ہم لوگ واہ گاؤں میں گئے۔ اس جگہ پر مغل بادشاہوں کے وقت کے باغات ہیں جو مغل گارڈنز (MOGHAL GARDENS) کے نام سے مشہور ہیں۔ اس مقام پر ایک مسجد ہے۔ جس میں شیخ التفسیرؒ نے چند روز قیام فرمایا تھا اور تقریباً سولہ پاروں کی تفسیر خلاصہ ہر رکوع اور ربط آیات لکھے تھے اس مسجد کے نیچے ایک حجرہ ہے اس کی قسمت میں یہ تھا کہ قطب زماں اس میں آکر ٹھہرے اور اتنی بڑی خدمت دین کی۔ اس مسجد کے سامنے قدرتی چشموں کا پانی اللہ کی قدرت کے گیت گاتا ہوا بہتا ہے۔ پانی نہایت ٹھنڈا اور شفاف ہے۔ گذشتہ فروری میں مجھے حضرت مولانا

علیہ اللہ انور مدظلہ العالی نے فرمایا تھا کہ اس مسجد اور حجرے کا فوٹو لے کر بھجواؤ۔ مگر مجھے صحیح جگہ کا علم نہ تھا ہمارے قریب ایک گاؤں سموں ہے وہاں ایک بزرگ، ہیں مولانا جان محمد صاحب وہ حضرتؒ کے کافی قریب رہے ہیں۔ ان سے پوچھا تو صحیح مقام نہ معلوم ہو سکا پھر خیال ہوا کہ شاید وہ باغات میں بیٹھ کر حضرت نے تفسیر لکھی ہو بہرحال اس کی تعیین بہت ضروری تھی اس لئے کافی محنت کرنی پڑی۔ اب لطف یہ ہے کہ واہ کئی بستیوں کا نام ہے مگر ہر بستی کی پہچان دوسرے لفظ سے ہوتی ہے۔ مثلاً واہ کینٹ۔ یہ ایک نئی چھاؤنی ہے جو حکومت پاکستان نے تعمیر کی ہے اور اس میں ہم لوگ رہتے ہیں اس کے علاوہ واہ گاؤں ہے جہاں آج کل خان فیملی کی کوٹھیاں ہیں اور دیگر دیہاتی باشندوں کے مکانات بھی ہیں۔ یہی اصلی واہ ہے۔ اور اس کو واہ ٹاؤن کہا جاتا ہے اس کے ملحقہ باغات بھی عہد مغلیہ کی یادگار ہیں پانی کے قدرتی چشمے پہاڑیوں سے پھوٹتے ہیں جن سے سارا علاقہ سیراب ہوتا ہے اس واہ کی وجہ تسمیہ بھی عجیب ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جہانگیر بادشاہ اپنے لاؤلشکر سمیت کشمیر کو جا رہا تھا اور راستے میں ملکہ کو پیاس لگی وہ اس جگہ آ گئے اور چشموں کا پانی پیا اور سایہ دار درختوں کی چھاؤں میں آرام کیا۔ ملکہ نے اپنے پیر پانی میں رکھے تو معاً اس کے منہ سے نکلا "واہ"۔ چنانچہ اس بستی کا نام واہ ہی پڑ گیا۔ اس کے علاوہ ایک تیسری بستی واہ کیمپ ہے جہاں کشمیری مہاجرین بستے تھے اور چوتھی جگہ کا نام واہ سیمنٹ فیکٹری ہے اس جگہ واہ ریلوے اسٹیشن ہے۔ کیونکہ واہ کا بنا ہوا سیمنٹ بذریعہ ریل بھجوانا پڑتا ہے۔ اس لئے زیادہ تر مشہور مقام یہی ہے۔ مگر واہ کینٹ آج کل سب سے زیادہ بڑی جگہ ہے اور مشہور بھی۔ ہر بستی ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر ہے۔ اب چونکہ مجھے صحیح مقام کی تصویر بھجوانا تھی لہٰذا تحقیق ضروری تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یاد تھا کہ ایک مرتبہ واہ کینٹ کے احباب نے حضرت شیخ التفسیرؒ کو مدعو کیا تھا اور آپ نے واہ کا ٹکٹ لے رکھا تھا۔ اب ہمارے واہ کینٹ آنے کے لئے ٹیکسلا کا اسٹیشن ہے۔ جہاں سے واہ کینٹ آنے کے لئے ہر طرح کی سہولتیں ہیں اور "واہ" نام کا اسٹیشن دراصل واہ سیمنٹ فیکٹری ہے جہاں سے واہ کینٹ آنے کے لئے کافی تکلیف ہوتی ہے۔ ہمارے احباب ٹیکسلا ریلوے اسٹیشن پر پہنچے اور گاڑی آئی تو بدقسمتی سے کسی کو بھی حضرت کا پتہ نہ چلا۔ جب گاڑی چل پڑی، تو ایک دم حضرت کا چہرہ مبارک ہمارے دوست خوشی محمد صاحب کو دکھائی دیا — ان کا خیال تھا کہ حضرتؒ خود ہی اتریں گے مگر وہ کیسے اترتے ان کے پاس تو واہ کا ٹکٹ تھا۔ اب یہ لوگ کافی پریشان ہوئے کہ کیا کیا جائے۔ گاڑی تو چل دی اور ان لوگوں نے بذریعہ ٹیلیفون واہ سے رابطہ قائم کیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ واہ سے ایک پسنجر گاڑی ٹیکسلا کی طرف آنے ہی والی تھی ہمارے احباب نے واہ کے سٹیشن ماسٹر سے درخواست کی کہ ایکسپریس سے حضرت کو اتار کر دوسری گاڑی میں بٹھا کر ٹیکسلا بھجوا دیں۔ حضرتؒ بھی اس وقت تک

وہاں پہنچ کر گاڑی سے اتر چکے تھے اور فرمایا جن لوگوں نے مجھے بلایا ہے یہاں سے آ کر لے جائیں۔ میں دوسری گاڑی میں نہیں بیٹھوں گا میں لاہور سے چل کر واہ آ گیا ہوں کیا تم لوگ ٹیکسلا سے واہ نہیں آ سکتے؟ اگر کوئی نہ آیا تو میں واپس لاہور چلا جاؤں گا۔ یہ فرما کر حضرتؒ واہ سیمنٹ فیکٹری کی ایک چھوٹی سی مسجد میں تشریف لے گئے۔ ہمارے احباب ٹیلیفون پر جھڑکیں کھا کر فوراً تقریباً ۹ میل کا سفر طے کر کے چکر کاٹتے ہوئے واہ سیمنٹ فیکٹری پہنچے۔ جب مسجد میں گئے تو وہاں کا بوڑھا امام مسجد حضرتؒ کی خدمت میں جانے کے لئے ادب سے کھڑا تھا اور جان و دل سے قربان ہوا جا رہا تھا۔ وہ شخص بار بار اپنی قسمت پہ ناز کرتا تھا کہ کئی سال سے مجھے یہ تمنا تھی کہ میں لاہور جا کر آپؒ کی زیارت کروں مگر میرے پاس کرایہ کے لئے پیسے نہ ہوتے تھے اور آج میری قسمت میں یہ زیارت تھی کہ واہ کینٹ والوں کی غلطی سے حضرتؒ واہ سیمنٹ فیکٹری تشریف لے آئے۔ احباب نے معافی چاہی اور حضرت کو واہ کینٹ لائے اور آپ کے ارشادات سے راقم الحروف بھی مستفیض ہوا۔ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے حضرتؒ کا پورا حلیہ مبارک ہے کہ حضرت سٹیج پر سروقد کھڑے مسکرا کر اعمال صالحہ کی تلقین نہایت سادہ الفاظ میں فرما رہے ہیں اور یہ جملہ تو کانوں میں گونج رہا ہے۔ "جو کچھ میں آپ لوگوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بتاؤں اگر آپ نے اس کو غور سے سنا، لوح دل پر لکھ کر لے گئے اور اس پر عمل کیا تو انشاء اللہ قبر جنت کا باغ بن جائے گی" (یہ فقرہ لکھا ہے تو حضرتؒ مجھے اپنے سامنے کھڑے دکھائی دے رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین۔ — اب چونکہ اس مسجد میں بھی حضرت کا قیام ہو چکا تھا اس لئے خیال گزرا کہ شاید یہی مسجد نہ ہو جہاں کسی زمانے میں حضرتؒ کا تفسیری کام انجام پایا ہو۔ بہرحال چونکہ یہ فوٹو حضرت کی سوانح عمری کے لئے درکار تھے اس لئے میں نے اپنی تحقیق جاری رکھی اور جوئندہ یابندہ کے مصداق آخر مولوی نور محمد صاحب خطیب جامع مسجد واہ ٹاؤن سے ٹھیک بات معلوم ہو گئی۔ انہوں نے بتایا کہ میرے پاس حضرتؒ نے قیام فرمایا تھا حجرہ میں تفسیر لکھی اور یہی وہ مقام ہے جہاں انہوں نے گمنامی سے وقت گزارا۔ قارئین کرام کو حضرتؒ کا ایک دل پسند شعر بھی سنا دوں جو حضرت اکثر یہاں پر فرمایا کرتے تھے ؎

چل اوئے بلیا اوتھے چلیئے جتھے رہندے انھے
نہ کوئی ساڈی ذات پچھانے نہ کوئی سانوں منّے

چنانچہ اس مسجد اور حجرے کا عکس لے کر میں نے سوانح عمری کے لئے حضرت مولانا انور کو بھجوایا تھا اور خیال یہ کیا کہ یہ مسجد بھی حضرت کو دکھائی جائے۔ ہم صبح کی نماز کے بعد جب وہاں پہنچے تو مسجد دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے۔ یہ مسجد نواب حیات محمد خاں مرحوم نے ۱۸۹۶ء میں بنوائی تھی اس وقت یہ کافی پرانی اور خستہ حال ہو چکی ہے تاہم اس کے مینار آج تک اس کی عظمت

کا پتہ دیتے ہیں اور اس کے حجرے کا دروازہ حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال کرنے کا شرف رکھتا ہے اور یہ پانی کے چشمے اس عالی مرتبہ ہستی کے وضو اور غسل سے مشرف ہو چکے ہیں۔ جس نے قرآن کی خدمت کی اور روکھی سوکھی کھا کے وقت گزارا۔ حضرتؒ عموماً آٹے میں نمک ملا کر روٹیاں پکا کر لے جاتے اور کئی دن تک وہی کھاتے اور پانی پی کر گزارہ کرتے۔ حضرت مولانا انور نے یہ بھی بتایا کہ سندھ میں جب شیخ التفسیرؒ حضرت سندھیؒ کے پاس پڑھتے تھے تو دونوں استاد شاگرد کے لئے دو چپاتیاں آیا کرتیں۔ ایک ایک کھا لیتے تھے۔ حضرت سندھیؒ تو بھوک سہہ جاتے مگر حضرتؒ جوانی کی وجہ سے بھوکے رہ جاتے اور کیکر کے درختوں کی پھلیاں اور جھاڑیوں کے بیر کھا کر پیٹ بھر لیتے۔ حضرتؒ نے یہ درخت اور جھاڑیاں حضرت مولانا انور کو سندھ جا کر دکھلائے تھے اسی طرح فرمایا کہ سرگودھا میں حضرت کی ایک بڑی ہی صالحہ روحانی بیٹی بی بی جنت ہے جو بڑی مالدار ہیں اور ذکر کی سخت پابند ہیں پردہ بھی کرتی ہیں۔ حضرتؒ جب بھی ان کے ہاں جاتے کھانا نہ کھاتے، چنے بھنا کر لے جاتے اور دین سکھا کر آ جاتے۔ چنے چبا کر پانی پی لیا کرتے تھے — چاشت کا وقت تھا اس لئے ہم سب نے واہ ٹاؤن کی مسجد میں نماز چاشت ادا کی، واپسی پر مغل گارڈنز کی سرسبزی اور شادابی نیز قدرتی چشموں کی روانی دیکھ کر حضرت نے خوشی کا اظہار کیا۔ باغ میں سے تازہ پھل بھی توڑ کر کھائے اور ناشتہ کرنے کے لئے گھر آ گئے۔ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ کثیر تعداد میں مغربی ممالک میں تعلیم یافتہ نوجوان اور امراء کا طبقہ تھا جن کو حضرت کی زیارت کا بڑا شوق تھا۔ چونکہ جلسہ کا پروگرام موضع لوسر شرفو میں تھا جو واہ کینٹ کی حدود سے ملا ہوا ایک گاؤں ہے۔ اس لئے حضرت لوسر کے لئے روانہ ہو گئے ہمارے یہاں کافی روز سے موسم غیر یقینی رہا کبھی تو درجہ حرارت گر جاتا اور کبھی بارش اور اولے بھی پڑنے لگتے ہم بچپن میں ایک نظم پڑھا کرتے جس کا پہلا شعر یہ تھا ؎

مئی کا آن پہنچا ہے مہینہ
بہا چوٹی سے ایڑی تک پسینہ!

مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ تھا مئی میں سردی کا زور تھا اور یوں کہتے تو بہتر تھا ؎

مئی کا آن پہنچا ہے مہینہ
پڑے اولے ہوا غائب پسینہ

ڈر تھا کہ کہیں جلسہ کا پروگرام خراب نہ ہو اور اتفاق ایسا ہوا کہ ہوا تیز ہو گئی، شامیانے اڑنے لگے، بادل بھی آ گئے اور اب تو جہانگیر والی بات یاد آ گئی اس نے راولپنڈی کے علاقہ کے بارے میں کہا تھا کہ زمین او ہموار نیست، اشجار را اثمار نیست اور موسم را اعتبار نیست — مگر خدا کا شکر ہے کہ جلسہ شروع ہونے تک موسم ٹھیک ہو گیا۔ حضرت کی آمد کی خبر سن کر قریبی مقامات کے علماء حضرات بھی تشریف لے آئے تھے۔ جن میں مولانا جان محمد صاحب سموال

والے مولانا شمس الدین ٹیکسلا اور مولانا سید لال شاہ صاحب بخاری خطیب جامع مسجد مدنی واہ کینٹ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں مولانا حامد صاحب حسن ابدال والے بھی موجود تھے ۔حضرت کی تقریر سے قبل ناچیز نے حضرتؒ کے چند ارشادات پڑھ کر سنائے اور ایک نظم بعنوان "خوش آمدید" بھی پیش کی جس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

اے علیمِ اللہ ہمارے شیخ جی کے جانشین
آپ جیسی ہستیوں کی منتظر تھی یہ زمیں
جانتا ہے خوب رب العلمین سینوں کے بھید
ہم بھی کہتے ہیں حضرت! آپ کی خوش آمدید
آپ کو لاہور سے آنے کی فرصت ہی نہ تھی
پیر ادھر بھی تو بڑھی جاتی تھی حد سے بے کلی
شکر ہے اللہ کا کہ آپ آ پہنچے یہاں
ہم گنہگاروں غریبوں بے کسوں کے درمیاں
شاد ہے رحمان بابا اور خوش عرفان ہے
مسکراتا ہے عمر مسرور خاکی جان ہے
شادماں مرزا لطیف اور آج خرم ہے خوشی
صاف ظاہر ہے کہ جان و دل سے قربان سبھی
آپ کے تشریف لانے سے بنا تو مسر چمن
پھول سب مسکا رہے ہیں اور کلیاں خندہ زن
کیوں نہ ہوں خوش آج اپنے پیر و مرشد آئے ہیں
سر پہ اپنے آج رب کی رحمتوں کے سائے ہیں
واہ میں ناچیز کا گھر آپ کا تھا منتظر
مسجد مدنی کو بھی خوش آپ ہونگے دیکھ کر
یہ وہ مسجد ہے جہاں پہ آپ نے کی تھی دعا
آج اس مسجد پہ ہے بے انتہا فضل خدا
گونجتی ہے اس جگہ توحید و سنت کی صدا
اہل حق کا ہے یہ مرکز یہ رہے قائم سدا
آپ سے ہے اک گزارش حضرت عالی وقار
اس طرف تشریف لایا کیجئے گا بار بار
آج دنیا مادیت کی دلدلوں میں ہے پھنسی
کچھ نہیں معلوم لوگوں کو حقیقت دین کی
ہے ضرورت آپ جیسی ہستیاں آیا کریں
اس جگہ پہ دین کی تعلیم پھیلایا کریں
لوگ روحانی ترقی کو ترستے ہیں یہاں
آپ گر آیا کریں تو لوگ ہوں گے شادماں
آپ آیا کیجئے اور جلد آیا کیجئے
کم از کم چھ ماہ میں تشریف لایا کیجئے
ہے دعا اللہ سے ہوں آپ ہر دم شادکام
اے غنی کے مہرباں اے حضرت عالی مقام

جلسہ عصر کی نماز تک رہا پھر بیعت اور تعلیم کا پروگرام تھا ۔نماز مغرب کے بعد واہ کینٹ کی جامع مسجد مدنی واقع لائق علی چوک میں مجلس ذکر منعقد ہوئی ۔حاضرین کی تعداد اتنی تھی کہ مسجد کا ہال برآمدہ اور صحن ناکافی ثابت ہونے لگا ۔چنانچہ شمالی جانب میدان میں بھی چٹائیاں بچھا دی گئیں اور مشرقی جانب کی فٹ پاتھ پر بھی لوگوں کا ہجوم تھا ۔ذکر کی برکات سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے یہ سب لوگ آئے تھے ایک کثیر تعداد میں مغربی ممالک میں تعلیم یافتہ حضرات نے بھی شرکت کی اور اللہ اللہ کرتے رہے ۔بعد میں حضرت نے مختصر ارشادات سے نوازا مجلس ذکر کی تقریر الگ ترتیب دی جا رہی ہے جو ہدیۂ قارئین کی جائے گی ۔مدنی مسجد واہ کینٹ کا واقعہ بھی عجیب ہے ۔یہ ایک پلیٹ فارم تھا ۔اور ہم لوگوں نے یہاں پر چھت ڈالنے اور بارش دھوپ وغیرہ سے بچاؤ کی تدبیر کے تحت رمضان کی تراویح کے لئے انتظام کیا ۔اینٹ سیمنٹ بجری وغیرہ لے آئے اور معماروں نے ستون کھڑے کرنا شروع کئے ۔اتفاق سے مولانا عبید اللہ انور بھی ۱۹ر جنوری ۱۹۶۳ء کو لوسر شرقی تشریف لے آئے اور واپسی پر واہ کینٹ سے گزر ہوا تو مسجد کی تکمیل کے لئے احباب نے دعا کے لئے درخواست کی ۔حضرت نے ۱۹ر جنوری کو دن کے گیارہ بجے دعا فرمائی ۔اینٹیں اور گارے کے پاس کھڑے تھے اور اسی رات کو تین بجے مسجد کی چھت ستون دیواریں دروازے کھڑکیاں وغیرہ سب مکمل ہو چکے تھے ۔صبح سورج نکلا تو مسجد تیار کھڑی تھی اور واہ کینٹ کے لوگ حیران تھے کہ یہ کسی جن نے اتنی جلدی مسجد بنا دی ہے یا انسانوں نے بنائی ہے ۔حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مسجدوں کی آبادی اینٹوں سے نہیں ہوتی آدمیوں سے ہوتی ہے اور شاہی مسجد لاہور کا ذکر فرمایا کہ اتنی بڑی مسجد ہے ۔اکثر میں صبح کو ذکر کے لئے ادھر نکل جاتا ہوں تو فجر کی نماز میں بہت ہی تھوڑے آدمی ہوتے ہیں اتنی بڑی مسجد اور اتنے تھوڑے نمازی ۔والحمد للہ حضرت کی دعا اور فضل خدا سے یہ مسجد مدنی اب آباد ہے ۔اور نمازیوں کی تعداد خاصی ہوتی ہے ۔درس کا سلسلہ بھی باقاعدہ جاری ہے ۔

مجلس ذکر کے بعد پھر بیعت اور تعلیم کا سلسلہ جاری رہا اور تقریباً گیارہ بجے رات فراغت ہوئی علی الصبح ہی حضرت ایبٹ آباد کے لئے روانہ ہو گئے ۔راقم الحروف بھی ساتھ ساتھ تھا ۔سن رکھا تھا کہ ایبٹ آباد میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک قدموں کی وجہ سے بہت لوگ ہمارے سلسلہ میں منسلک ہیں ۔چنانچہ ایسا ہی پایا گیا ۔حضرت کو مدرسہ انوار الاسلام کیہال ،ایبٹ آباد کے صدر مدرس اور مہتمم مولانا شفیق الرحمٰن صاحب نے جو حضرت شیخ التفسیرؒ کے شاگرد اور روحانی متوسل بھی ہیں سالانہ جلسہ میں مدعو کیا تھا ۔اس مدرسہ کی بنیاد حضرت شیخ التفسیرؒ کے مبارک ہاتھوں سے ۱۴ر اپریل ۱۹۶۰ء میں رکھی گئی تھی ۔ بتایا گیا کہ مدرسہ کا نام بھی حضرتؒ نے رکھا ۔جب نام رکھنے کے لئے گزارش کی گئی تو حضرتؒ نے تھوڑی دیر توقف کیا اور پھر آنکھیں کھول کر پوچھا یہاں مدرسہ انوار الاسلام کے نام سے کوئی ادارہ ہے ؟ عرض کیا گیا نہیں تو اس پہ ہی نام رکھ دیا گیا ۔مسجد رحمانیہ ایبٹ آباد کے ایک مخیر رئیس جناب گوہر رحمان خان جدون مرحوم نے بنوائی تھی ۔جو حضرت کے بڑے معتقد تھے ۔اسی مسجد کے برابر میں یہ مدرسہ ہے ۔مدرسہ کے باہر بورڈ آویزاں ہے جو حضرت شیخ کی یاد دلاتا ہے ۔تبرک کے طور پر بورڈ کے الفاظ نقل کئے جاتے ہیں ۔

"قائم شدہ ۱۴ ۔اپریل ۱۹۶۰ء ،مدرسہ انوار الاسلام ۔قائم کردہ شیخ الاسلام حضرت مولانا احمد علی لاہوری زیر انتظام انجمن اشاعت القرآن کیہال ۔ایبٹ آباد"

مدرسہ میں ایک سو پچاس طلباء حفظِ قرآن ،تجوید و قرأت ،ناظرہ ،ترجمہ تحت اللفظ اور خلاصہ ہائے رکوعات اور تعلیم علوم عربیہ حاصل کرتے ہیں ۔مولانا شفیق الرحمٰن صاحب حضرت شیخ التفسیرؒ کے انداز میں قرآن پڑھاتے ہیں جس کا اندازہ بعض طلباء کے اسباق سن کر لگایا گیا ۔قاری عبد المجید صاحب حفظ و قرأت کے انچارج ہیں یہ میٹرک پاس ہیں اور حضرت سے روحانی تعلق ہے علاوہ ازیں بالغ لڑکیاں بھی علوم قرآنی سے بہرہ ور ہوئی ہیں ۔آٹھ سال سے زائد عمر کی لڑکیاں مدرسہ میں نہیں آسکتیں اس لئے ان کا انتظام مولانا شفیق الرحمٰن کے گھر پر ہے ۔لڑکیوں کو بہشتی زیور بھی پڑھایا جاتا ہے ۔رات کو جلسہ میں دو چھوٹے چھوٹے بچوں کی دستار بندی حضرت کے ہاتھوں کرائی گئی ۔ان بچوں کی عمریں بارہ بارہ سال کے لگ بھگ ہوں گی اور انہوں نے قرآن حفظ کیا ہے ۔صبح مدرسہ کا معائنہ کرنے کے لئے حضرت تشریف لے گئے ۔اور بچوں سے مختلف رکوعات سنے ۔جب یہ خوش گلو بچے فوراً ہی حضرت کے بتائے پارے کو یا رکوع کو خوش الحانی سے تلاوت شروع کر دیتے تو ان کی آوازوں کے زیر و بم سے دل میں انقلاب برپا ہو جاتا اور ایسا معلوم ہوتا تھا ، کہ حضرت شیخ التفسیرؒ رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح مدرسہ کی عمارت میں موجود ہے اور ان نوعمر حفاظ و قراء کی قرأت سے خوش ہو رہی ہے ۔میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ دوسرے شہروں کے برخلاف یہاں پر کتنی خاموشی سے دین کی خدمت ہو رہی ہے ۔شہروں میں عموماً بحث و تکرار میں عوام ..... کا وقت ضائع کیا جاتا ہے اور فروعی مسائل سے مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا جاتا ہے ۔ہم شہری لوگ مادیت کی غلاظتوں میں پھنس کر اپنا سب کچھ بھول چکے ہیں ۔مگر اس جگہ قرآن کی خاموشی سے خدمت ہو رہی ہے اس صدقہ جاریہ کا ثواب حضرت شیخ التفسیرؒ کی روح کو پہنچ رہا ہے ۔اُستادوں کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جا رہی ہیں اور بچوں کے ماں باپ کے لئے ذخیرۂ آخرت بن رہا ہے ۔نیز گوہر رحمان خان جدون مرحوم کو بھی اُن کی نیکی کا صلہ مل رہا ہے ۔معائنہ کر کے حضرتؒ نے خوشی کا اظہار فرمایا ۔مدرسہ کی مالی اعانت فرمائی اور مندرجہ ذیل تحریر رجسٹر میں رقم فرمائی ۔

"مدرسہ انوار الاسلام کیہال ایبٹ آباد کے سالانہ جلسہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا نیز طلبائے مدرسہ سے ترجمہ قرآن حکیم ناظرہ حفظِ قرآن اور قرأت سن کر بہت مسرت ہوئی ۔یہ واقعہ ہے کہ قاری عبد المجید صاحب مدرس درجہ حفظ و قرأت بڑی محنت اور خوش اسلوبی سے کام کر رہے ہیں ۔میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو زیادہ سے زیادہ اسلامی علوم و فنون کی خدمت کی

توفیق ارزانی فرمائے اور اللہ تعالےٰ مہتمم و صدر مدرس حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب کے عزائم میں برکت عطا فرمائے۔ موصوف کا وجود اس علاقہ میں غنیمت ہے ان کے درس و تدریس کے اثرات میں نے اس علاقہ میں خاص طور پر محسوس کئے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ وَبَارِکْ، مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ ہ کے مطابق میں اپنے میزبان کا بطورِ خاص ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنے خاندان کی روایتی مہمان نوازی سے زیادہ اخلاص برتا۔ جزاکُمُ اللّٰہ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ — راقم آثم دعاگو و دعاجو

احقر عبید اللہ ۲۰-$\frac{5}{63}$"

ناچیز راقم الحروف نے حضرت شیخ التفسیرؒ کی خدمات جہاد پر ایک مضمون بہ عنوان "پیکر حریت" پڑھ کر سنایا جس میں حضرتؒ نے جماعت مجاہدین کے ایک داڑھی منڈے آدمی سوٹ بوٹ پہنے کو ایک گٹھڑی میں دو شلواریں دو قمیضیں ایک نسخہ کلام پاک، بہشتی زیور کی ایک جلد اور گتے کے ایک ڈبے میں بیس ہزار روپے کی نقد رقم تھی، یہ خود اپنے سر مبارک پر اٹھا کر لائے اور راستہ میں مولانا لال حسین اختر ملے تو اُن کو یہ کام سونپا کہ اس نوجوان کو ٹیکسلا سے حویلیاں کی گاڑی میں بٹھا دینا راستہ میں اس شخص نے راز کی بات بتائی کہ ہم سید اسماعیل شہیدؒ کی تحریک کے لوگ ہیں اور انگریز سے بچنے کے لئے یہ وضع اختیار کر رکھی ہے۔ اور حضرت شیخ التفسیر ہماری بڑی مدد کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک نظم اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح کو خطاب کرکے پڑھی۔ جس کے چند بند یہ تھے ؎

ہم سب کو ہے حد درجہ تیرے ساتھ عقیدت
اے شیخ طریقت
ہم بھول نہیں سکتے کبھی تیری محبت
اے شیخ طریقت
تو نے ہمیں اللہ کے رستے پہ لگایا
غفلت سے جگایا
پہنچایا ہر اک کونے میں پیغام شریعت
اے شیخ طریقت
لاہور کے اک گوشے سے کرتا تھا منادی
ہر اک کو صدا دی
جو مان گئے پا بھی گئے راہ ہدایت
اے شیخ طریقت
پوشیدہ تھے اخلاص کے جوہر تیرے اندر
اے مردِ قلندر
دیتا رہا دشمن کو بھی تو درسِ اخوت
اے شیخ طریقت
جو لوگ ستاتے تھے انہیں کچھ بھی نہ کہتا!
ہر بات کو سہتا
کس قدر تجھے حق نے عطا کر دی تھی ہمت
اے شیخ طریقت
تو پتلا تھا اخلاق کا کہتے ہیں سبھی آج!
اے ولیوں کے سرتاج
ہر حال میں تو کرتا رہا وعظ و نصیحت
اے شیخ طریقت
تو واعظِ توحید تھا قرآن کا ناشر
تفسیر کا ماہر
تو حامیٔ سنت تھا اور ماحیٔ بدعت
اے شیخ طریقت
تو حج کے لئے عمر میں کئی بار گیا تھا
یہ فضلِ خدا تھا
اللہ کے ہاں تجھ کو ملی کتنی فضیلت
اے شیخ طریقت
جب چھوڑ کے دنیا کو ہوا اللہ کو پیارا
جنت کو سدھارا
آنسو تھے رواں اور ہر اک چہرے پہ رقت
اے شیخ طریقت
تو قطب تھا اس دور کا شک اس میں نہیں ہے
یہ پختہ یقین ہے
ہے قبر تیری آج ہی گلشن جنت
اے شیخ طریقت
جو ہوگیا اللہ کا بس اس کا ہے اللہ
یہ ٹھیک ہے واللہ
خوشبوئے قبر تیری ہے اک زندہ حقیقت
اے شیخ طریقت
لاہور میں ہے آج بھی چشمہ یہ جاری
ہے رحمت باری!
ممنون ہے مشکور ہے تیری یہ ملت
اے شیخ طریقت
ہیں بے سر و سامان غنی پاس ہی کیا ہے
بس یہ ہی دعا ہے
نازل ہو تیری روح پہ اللہ کی رحمت
اے شیخ طریقت

ایبٹ آباد میں جو خاص منظر دیکھا وہ یہ تھا کہ بڑے بڑے معتبر لوگ حضرت کو گلے لگا کر روتے اور ان کا چہرہ چومتے تھے اس لئے کہ یہ ان کے شیخ علیہ الرحمۃ کی نشانی ہے۔ اُن کے فرزند اور جانشین ہیں اور اسی مشعل کو ہاتھ میں لئے پھرتے ہیں جس کی روشنی حضرتؒ نے ایک عرصہ تک جگہ جگہ پہنچائی۔ حاضرین میں زیادہ تعداد پڑھے لکھے لوگوں کی نظر آئی۔ پروفیسر انوار الحق صاحب سابق کالج، پروفیسر عزیز الرحمٰن بادشاہ صاحب، پروفیسر قاضی زاہد الحسینی صاحب ہیڈ ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب بی اے بی ٹی اور ماسٹر محمد امین صاحب ایف اے سی ٹی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ لوگ حضرت سے والہانہ عشق رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں خطیب ہزارہ یادگار سلف حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مانسہروی مولوی فقیر محمد صاحب برادر خورد حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی بھی موجود تھے اور بڑی عمدہ پرانی باتیں سناتے رہے جن کو لکھوں تو کئی صفحے درکار ہیں۔ خواجہ عبد السلام صاحب اور جناب پیر محمد صاحب جو ہمارے حضرت کے خاص عشاق میں سے ہیں بھی حضرت کی تشریف آوری سے بڑے خوش تھے۔ حضرت نے بتایا۔

کہ ایبٹ آباد میں روحانی متوسلین سے ملاقات سے کئی برس قبل بھی حضرت شیخ التفسیرؒ اکثر ایبٹ آباد تشریف لایا کرتے تھے۔ مگر کسی کو علم نہ ہوتا تھا۔ ایبٹ آباد کی پہاڑیوں میں ایک اللہ کا ولی ہوتا تھا۔ جو اللہ اللہ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ کرتا تھا۔ اس کی دعوت پر حضرتؒ تشریف لایا کرتے تھے اور وہ حضرت کو دودھ اور گرم گرم جلیبیاں پیش کیا کرتے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے کہ اس پہاڑ پر نہ تو کوئی حلوائی کی دوکان ہوتی نہ ہی کچھ اور انتظام مگر وہ خدا کا ولی خدا جانے کہاں سے الماری میں سے ہی گرم گرم جلیبیاں اور دودھ نکال لیتا جب ان کا انتقال ہوگیا تو پھر حضرتؒ نے ایبٹ آباد آنا چھوڑ دیا۔ ایک بلڈنگ سالار منزل میں ہم گئے جو کنج جاوید میں ہے۔ اس عمارت میں شیخ التفسیرؒ نے قیام فرمایا تھا، اس عمارت کے مالک حاجی عبد الخالق صاحب کو حضرتؒ سے بڑا عشق تھا۔ جب حضرتؒ کی تشریف آوری کی تاریخیں مقرر ہوگئیں تو حاجی صاحب نے یہ بلڈنگ دو لاکھ روپے میں خریدی تھی۔ اسی روز ایک آدمی دو ہزار کرایہ لے کر آگیا کہ پورے سیزن کے لئے کرایہ پر دے دو۔ مگر وہی تاریخیں حضرتؒ کے تشریف لانے کی تھیں۔ حاجی صاحب نے کہا حضرتؒ کے چلے جانے کے بعد بلڈنگ دے سکتا ہوں۔ ان تاریخوں میں تم دو کروڑ بھی دو تو نہ دوں۔ چنانچہ حضرتؒ نے قیام فرمایا اور پھر پورا سیزن ہی وہ بلڈنگ کرائے پر نہ چڑھی مگر مالکِ عمارت کو ذرا بھی افسوس نہ ہوا بلکہ آج تک وہ اس بلڈنگ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ ایک کامل ہستی نے اس مکان میں قدم رنجہ فرمایا تھا۔ ایبٹ آباد میں ایک شخص عبد اللطیف صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ یہ ادھیڑ عمر کے آدمی ہیں ان کا وطن ایبٹ آباد سے دس میل آگے پہاڑوں میں ہے ان کا عجیب واقعہ ہے کہ حضرت شیخ التفسیرؒ سے انہوں نے بیعت کی مگر اسباق کی تکمیل نہ ہوسکی اور اتفاق سے ملاقات بھی نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ ان کو حضرتؒ کی وفات کا علم بھی نہ ہوا ایک دن علم ہوا تو بڑا غم کیا اور خواب میں حضرتؒ کی زیارت ہوئی۔ پوچھا حضرتؒ! میں نے تو آپ کو سبق سنانے تھے۔ حضرت نے فرمایا ہم نے جتنے سبق سننے تھے سُن چکے اب عبید اللہ کو سناؤ۔ خواب سے بیدار ہوکر یہ عبد اللطیف صاحب پریشان ہوگئے کہ یہ عبید اللہ کون صاحب ہیں۔ آخر لاہور گئے اور شیرانوالہ جا کے پوچھا کہ عبید اللہ کون ہیں۔ بتایا گیا کہ حضرتؒ کے فرزند اور جانشین ہیں اور پھر خواب سنایا اور سبق بھی لیا۔ یہ بچارے بالکل سادہ لوح آدمی ہیں راقم الحروف سے پوچھنے لگے خدام الدین کیسے حاصل کیا جاتا ہے تو بتایا گیا کہ شہر کے ایجنٹ سے لے لیجئے ورنہ ۱۱ روپے

لاہور بھجوا دیجئے گھر آجایا کرے گا

ایبٹ آباد سے ہم لوگ اونچی پہاڑیوں پر بھی گئے جو سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر تھیں وہاں گائیں چر رہی تھیں اور سرسبز پہاڑ دیکھ کر حضرت نے حیرت کا اظہار فرمایا کہ انسان کا ایسے دشوار راستوں پر چڑھنا مشکل ہے مگر اللہ کی یہ مخلوق کس طرح چر رہی ہے ہم نواں شہر بھی گئے اور الیاسی مسجد بھی دیکھی یہ ایک قدیم مسجد ہے اور اس کے نیچے قدرتی چشموں کا پانی ہے جس کی آبشاروں سے خدا کی وحدانیت کی آواز آتی ہے۔ مسجد کے ہر دروازے پر فارسی کا یہ شعر کندہ ہے ؎

موسیٰ ز ہوش رفتہ بیک جلوۂ صفات

تو عین ذات می نگری و تبسمی!

محترم امان اللہ خاں صاحب جدون خلف الرشید گوہر رحمان صاحب جدون مرحوم سے اجازت لے کر اور سب علماء و احباب کا شکریہ ادا کر کے ہم لوگ شام کو راولپنڈی کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ہری پور ہزارہ میں مولانا ضیاء الدین صاحب خطیب ٹیلیفون فیکٹری ہری پور اور ان کی جماعت سڑک پر انتظار کر رہے تھے۔ حضرت موٹر سے اترے اور سب سے ملے۔ برابر ہی ایک مسجد تھی وہاں تھوڑی دیر بیٹھے اور لوگوں کو بیعت کیا اور اسباق سنے ایک شخص حاضر ہوا اور کہا میری ۲۷ سال سے خواہش تھی کہ حضرت سے بیعت کرتا۔ مگر اللہ کو منظور نہ تھا۔ بارہا کوشش کی لاہور بھی گیا مگر کبھی حالات سازگار نہ ہوئے اور کبھی ملاقات نہ ہو سکی۔ آخر حضرت کا وصال ہو گیا لہٰذا آج میں آپ کے سفر میں سے ہی چند منٹ پا کر راستے ہی بیعت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں حضرت نے بیعت کر لیا اور دعا فرما کر پھر روانہ ہو گئے۔ مغرب کی نماز پنڈی جا پڑھی عشاء کی نماز کے بعد سید چراغ الدین شاہ صاحب خطیب جامع مسجد نظام الدین المعروف انگورہ مسجد کے اصرار پر وہاں مجلس ذکر منعقد ہوئی اس کی تقریر بھی الگ قلمبند کر لی گئی ہے اور ہدیۂ قارئین کی جائے گی۔ دوسر روز نماز مغرب کے بعد مولانا عبد الحنان صاحب کی مسجد واقع بھوسہ منڈی راولپنڈی صدر میں مجلس ذکر منعقد ہوئی اس مجلس ذکر کی تقریر بھی علیحدہ لکھی جا رہی ہے اور ہدیۂ ناظرین کی جائے گی۔ راولپنڈی کے علما حضرات میں سے مولانا عبد الحنان صاحب مولانا عبد الحکیم صاحب مولانا محمد رمضان صاحب اور مولانا سید چراغ الدین شاہ صاحب حضرت کی آمد پر بے حد خوش تھے بابو عبد الغنی ملک صاحب اور بابو اشرف علی ملک صاحب جان و دل سے فدا ہوتے تھے۔ کوہ نور ٹیکسٹائل ملز راولپنڈی سے ایک صاحب چند خواتین کو اپنے ہمراہ لا کر ہوٹل میں ٹھہرا کے مسجد میں حاضر ہوئے کہ ہم لوگ اخبار میں ... آپ کی آمد کی خبر پڑھ کر خوش ہوئے اور بیعت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ ان کے لئے بابو عبد الغنی ملک صاحب نے کمرے کا انتظام کیا اور ہوٹل سے خواتین کو وہاں لائے اور ان لوگوں نے آکر کہا کہ ہم خدام الدین پڑھ پڑھ کر بڑی متاثر ہیں اور لاہور آنے کے لئے تیار تھیں مگر آج اخبار میں آپ کی تشریف آوری کا پڑھ کر خوشی ہوئی۔ وہ صاحب خود بھی بیعت ہو گئے۔ خواتین میں سے ایک خاتون کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور وہ انگلینڈ جانے والی تھیں۔ اس لئے اللہ کا نام سیکھنے کی زیادہ خواہش مند تھیں۔ سبحان اللہ! بیعت کے بعد انہوں نے حضرت کو ایک رقم بطور نذرانہ پیش کی جو حضرت نے قبول فرمانے سے انکار کر دیا اور فرمایا ہم اللہ کا دین پہنچاتے ہیں۔ اگر یہ رقمیں لینے لگیں تو پھر خود غرضی آجاتی ہے۔ ہم اجرت نہیں لیتے۔ خدام الدین کے بارے میں حضرت نے فرمایا کہ حضرتؒ کی یہ زندہ کرامت ہے۔ اس کے بارے میں ہر طرح کی احتیاط کی جاتی ہے۔ دفتر خدام الدین کے ایک سٹاف ممبر (خادم دفتر) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بڑے نیک آدمی ہیں کافی عرصہ تک گھر نہ گئے تو ان کی بیوی نے حضرت سے شکایت کی کہ یہ میرے حقوق پورے نہیں کرتے حضرتؒ نے پوچھا تو اس خادم نے بتایا کہ میں اپنے ذکر کی روشنی کو بجھانا نہیں چاہتا۔ مگر حضرتؒ نے فرمایا کہ بیوی کے تم پر حقوق ہیں گھر جاؤ ورنہ اس کے دل سے بد دعا نکلے گی اور اس بد دعا کا اثر خدام الدین پر پڑے گا۔ سبحان اللہ!

ایسے رہبر ہوں تو کیا کھٹکا اور پھر خدام الدین پڑھنے سے کیوں نہ لوگوں کے قلوب منور ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا اللہ کے پاک نام کی بڑی برکتیں ہیں۔ ایک دفعہ حضرتؒ بلوچستان میں گئے، وہاں بڑے بڑے کتے بھاگتے ہوئے حضرت کی مخالف سمت سے آگئے اور بظاہر کوئی صورت بچاؤ کی نہ تھی۔ مگر خوف سے گھبرا کر حضرتؒ نے بلند آواز سے اللہ کہا۔ تو کتے وہیں کے وہیں کھڑے رہ گئے اور ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے مٹی کے کھلونے ہیں۔ اللہ کے پاک نام کی برکت تھی ورنہ وہ تو شیروں سے بھی زیادہ طاقتور معلوم ہوتے تھے۔ آخر وہ کتے واپس مڑ گئے اور حضرتؒ نے اپنا راستہ لیا۔

رات گزار کر ۲۲ر مئی بدھ کی صبح کو حضرت بذریعہ سبک خرام ریل کار چھ بج کر پچپن منٹ پر راولپنڈی سے لاہور کے لئے روانہ ہو گئے ؎

ہم کھڑے دیکھا کئے پنڈی سے جب گاڑی چلی

خوش رہو اے جانشین حضرت احمد علیؒ

بقیہ، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتّٰى يَرَوُا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانِيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُنْكِرُوْهُ فَلَا يُنْكِرُوْا فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَذَّبَ اللّٰهُ الْعَامَّةَ وَالْخَاصَّةَ۔

ترجمہ:۔ حضرت عدی بن عدیؓ کندی کہتے ہیں کہ ہم سے ہمارے ایک آزاد کردہ غلام نے بیان کیا کہ اس نے میرے دادا کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ خداوند تعالیٰ کسی قوم کو اس کے بعض آدمیوں کے گناہوں پر عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ جب تک کہ قوم کے اکثر آدمی اس امر کو نہ دیکھ لیں کہ ان کے درمیان خلافِ شرع امور کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں۔ جب یہ خاموشی اور غفلت بڑھ جائے (یعنی قوم کے اکثر آدمی خاموشی سے گناہوں کو دیکھتے ہیں) تو خداوند تعالیٰ عام و خاص سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (شرح السنہ)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى جِبْرِئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ وہ فلاں شہر کو جو ایسا اور ایسا ہے۔ اس کے باشندوں سمیت الٹ دے۔ جبرئیل نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! اس کے باشندوں میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک لمحہ کے لئے بھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا اس پر اور سارے باشندوں پر شہر کو الٹ دے اس لئے کہ اس شخص کا چہرہ (گناہگاروں کے گناہوں کو دیکھ کر) ایک لمحے کے لئے بھی میری خوشنودی کے لئے متغیر نہیں ہوا۔ (یعنی اس نے گناہگاروں کے گناہوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی برا نہ جانا)۔ (بیہقی)

خطبہ یوم الجمعہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ ۱۰ مئی ۱۹۶۳ء

فضائل جمعہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند

تلخیص: خالد سیفی بی۔ ایس، سی، بی ایڈ طالب علم ایم اے ریاضی

(قسط ۴)

پوری امت میں یہ جذبہ اگر پیدا ہو جائے کہ ہر شخص کی خیر سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور اس کی شر کو اس کے لئے چھوڑ دو۔ تو ساری امت نیک نظر آئے گی۔ اور اگر پوری امت کے ایک ایک فرد کی برائیاں اچھالیں گے اور نیکیاں دفن کریں گے۔ تو ساری امت معلوم ہوگا کہ برائیوں سے بھری ہوئی ہے کوئی نیک آدمی نہیں اس امت کے لئے۔ تو اس جذبہ سے ہم پوری امت کو برا کر کے دکھلا رہے ہیں۔ نہ اجتماعیت باقی ہے نہ اتحاد، نہ وحدت نہ قلوب کی یگانگت اس لئے کہ ہر شخص کی نظر برائی پر ہے۔ اپنی جانب میں ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں سب سے اونچا اور دوسرا حقیر۔ اور دوسرا یہ سمجھتا۔ ہے کہ میں سب سے اونچا اور وہ حقیر، سات فقیر ایک کمبل میں سو سکتے ہیں۔ مگر دو بادشاہ ایک ملک میں جمع نہیں ہو سکتے اس لئے کہ فقیر میں تواضع ہے۔ اور بادشاہ میں کبر، تو کبر جمع نہیں ہوتا دوسرے کے ساتھ۔ مگر ہر شخص نے کبر و نخوت کو پیشہ بنا لیا ہے۔ اس لئے فسادات بھی ہیں جھگڑے بھی ہیں۔ تو اضع پیدا ہو جائے تو جھگڑے ختم ہو جائیں جب آپ دوسرے سے یوں کہیں گے کہ آپ بڑے ہیں میں آپ کا خورد ہوں۔ وہ کہے گا کہ آپ بڑے ہیں میں خورد ہوں لڑائی کیسے ہوگی۔ لڑائی اس سے ہوگی کہ آپ کہیں گے کہ میں عزت والا ہوں۔ تم ذلیل ہو۔ اس نے کہا کہ میں عزت والا ہوں تم ذلیل ہو۔ بس لاٹھی چل پڑے گی۔ جب ہر شخص یہ کہے کہ بس حیثیت تو آپ کی ہے۔ میں تو خادم ہوں تو پاؤں میں پڑے ہوئے سانپ کو بھی کوئی نہیں مارتا۔ بہر حال امت میں جہاں آپ دیکھیں کہ جھگڑا چلتا ہے تو سمجھ لیں کہ کوئی متکبر آ گیا۔ نخوت موجود ہے۔ جیسے اقتدار کی ہوس ہے۔ جاہ پسندی اس کے اندر گھر کئے ہوئے ہے۔ وہیں جھگڑا شروع ہوتا ہے دو ہی چیزیں ہیں جو امت کو تباہ کرنے والی ہیں، ایک حب جاہ اور ایک حب مال جاہ اللہ کی دین ہے اسے استعمال کیا جائے۔ اس پر فخر نہ کیا جائے۔ مال اللہ کا انعام ہے۔ اس کو استعمال کیا جائے اس کے بتائے ہوئے مصارف میں نہ مال کوئی خدا بنانے کی چیز ہے نہ جاہ خدا بنانے کی چیز ہے کہ آدمی جھک جائے سر بسجود ہو جائے ان چیزوں کی طرف یہ تو استعمالی چیزیں ہیں۔ اللہ کی اطاعت کرتا ہے بندہ تو اس کی جاہ کی جاتی ہے۔ محنت کرتا ہے۔ اسے مال دیا جاتا ہے اور یہ دونوں چیزیں خدا کی ہیں۔ خدا ہی کے لئے استعمال میں آتی ہیں۔ اس واسطے کہ اگر ان چیزوں کو ہم مخلوق کے لئے استعمال کریں۔ اپنی مخلوقوں کا سامان نہ بنائیں تو پوری امت میں خیر نمایاں ہو جائے گی۔ تو میں اس پر عرض کر رہا ہوں کہ پوری امت قائم مقام ہے اپنے پیغمبر کی۔ جیسے پیغمبر معصوم تھے بحیثیت نبی امت بھی معصوم ہے۔ طبقات اس میں برے بھی ہوں گے افراد اس میں برے بھی ہوں گے۔ لیکن مجموعی حیثیت سے امت معصوم ہے یعنی دین ضائع نہیں ہو سکتا کہ دین ختم ہو جائے گمراہی عام ہو جائے۔ ہدایت باقی رہے گی اصل ہدایت باقی رہے گی تو مجموعی حیثیت سے گویا عصمت کے مقام پر ہے کہ امت ضائع ہو کر کسی دوسری امت کا وجود ہو۔ یہ نہیں ہوگا جیسے پہلی امتیں ختم ہوتی تھیں۔ نئی امت کی بنیاد پڑتی تھی تو وہ یہ ہوتا تھا کہ ایک نبوت ختم ہوئی دوسری نبوت کی بنیاد پڑی نبوت ایک ہے۔ قیامت تک رہے گی۔ تو امت بھی ایک ہے۔ کہ قیامت تک رہے گی۔ اس لئے حق بھی اس میں رہے گا۔ یہ نہیں ہوگا۔ کہ حق منقطع ہو جائے اور گمراہی پھیل جائے تو سارا اجتماع ہدایتوں کا جمعہ کی طفیل سے ہوا۔ جمعہ ہی ذریعہ بنا آدم علیہ السلام کو نیچے لانے کا۔ اور نیچے آئے تو اولاد پیدا ہوئی اور پیغمبریاں بھی ظاہر ہوئیں، نبوتیں بھی نمایاں ہوئیں۔ ولایتیں بھی نمایاں ہوئیں۔ علم و کمال نمایاں ہوئے پاکیزہ اخلاق بھی نمایاں ہوئے اور یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے تو جمعہ کا دن جامع ہے ان تمام کمالات کا سبب ہے ان کی جمعیت کا۔ اس سے ہم فائدہ اٹھائیں کہ جس کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے۔ کاش باہر بھی چل کر ہم بھائی بھائی بنے ہوئے ہوں۔ اسی طرح ہمارے قلوب میں یکجائی ہو۔ فرق کیا ہے۔ جب آپ باہر جائیں گے تو دنیا سامنے ہوگی۔ جب جمعہ کے لئے مسجد میں اندر آئے تو اللہ میاں سامنے ہیں۔ معلوم ہوا کہ خدا سامنے ہو۔ تو وحدت پیدا ہوتی ہے۔ دنیا سامنے ہو تو انتشار پیدا ہوتا ہے۔ اب اسلام نے یہ نہیں کہا کہ اسلام کو چھوڑ دو۔ دنیا جمع کرو۔ کسب حلال فرض ہے تمہارے اوپر۔ بلکہ دنیا گیا ہے اسلام میں کہ دنیا پر قابو پا کر اس کی محبت ترک کر دو استعمال کے لئے رکھو۔ دنیا کو اور داستان ہو تمہاری۔

کہ دل بیار دست بکار

ہاتھ پیر کام میں لگے ہیں اور دل اپنے مالک میں لگا ہوا ہے۔ کہ جمع میں دنیا کی انجمن میں اور خلوت میں حضرت حق سے ملا ہوا دل۔ گویا باتیں کر رہا ہے اپنے پروردگار سے تو غرض ترک دنیا اسلام میں اس معنے پر نہیں ہے کہ شہروں کو چھوڑ دو۔ آبادیوں کو چھوڑ لذات کو ترک کر دو۔ حکم دیا گیا

كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ وَعْمَلُوا صَالِحًا

پاک غذائیں کھاؤ اور عمل صالحہ اختیار کرو۔ فرمایا گیا ـــــ

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ

نکاح بھی کر سکتے ہو۔ ضرورت پڑے تو چار بھی کر سکتے ہو بشرطیکہ ضرورت پڑے اور عدل اجازت دے اور تم دل میں عادل ہو تب۔ ویسے نہیں۔ تو مکان بنانے کے لئے قرآن حکیم میں اللہ کا احسان جتلایا۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا

اللہ نے تمہارے لئے سکون کی جگہ رکھی سکوت کی جگہ رکھی۔ کپڑوں کے گھر دیئے، چمڑوں کے گھر دیئے اینٹ پتھر کے گھر دیئے، پہاڑوں کے گھر دیئے۔ اگر گھروں میں بسانا منظور نہ ہوتا جنگلوں میں بسانا منظور ہوتا تو احسان کیوں جتلایا جاتا۔ تو کھانے کی اجازت، پینے کی اجازت اور فرمایا، کہہ دے اے پیغمبر کون ہے جو اللہ کی دی ہوئی نعمت و زینت کو حرام کرے اپنے لئے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ حلال طریقے پر لذات کو استعمال کرو اور شکر خداوندی بجا لاؤ اور عمل صالحہ اختیار کرو۔ تو اسلام میں ترک دنیا کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ شہروں کو چھوڑ کے ساری لذات سے منہ موڑ کر آدمی جنگلوں پہاڑوں میں جا بیٹھے بلکہ یہ معنی ہیں کہ مال کمائے، شہر بسائے، آباد کرے سب میں رہے پھر بھی اللہ سے متعلق رہے۔ معبود ایک رہے یہ چیزیں پرستش کے لائق نہ بنائے تو روپے پیسے کو معبود مت بناؤ، خادم بناؤ۔ اللہ نے خادم بنا کر دی یہ دولت مخدوم بنا کر نہیں دی کہ اس کی پرستش میں لگ جائے آدمی جاہ و عزت اللہ نے اس لئے دی ہے کہ باطل کو دفع کیا جائے۔ اس اقتدار سے مدافعت میں کام لیا جائے اس لئے نہیں دی جاہ و عزت کہ آدمی غرور کی شکل میں بولے، بڑا بول بولے متکبر بنے۔ اس لئے جاہ نہیں دی گئی ہے مگر دفاع کے لئے اور مال دیا گیا ہے حق کے لئے مال کے لئے وہ چیزیں جمع کرو جو نافع ہوں اور جاہ کے ذریعے ان چیزوں کو دفع کرو۔ جو مضر ہیں نفس کے لئے یا قوم کے لئے۔ تو جاہ و مال آلات بنائے گئے ہیں۔ مقاصد کے لئے مقاصد کو چھوڑ کر آلات میں پڑ جائیں وسائل میں پڑ جائیں۔ یہ دانشمندی کے خلاف ہے

عورتوں کا صفحہ

حضرت زینبؓ بنتِ علیؓ

حافظ محمد امین، بورسٹل جیل لاہور

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی حضرت زینبؓ چھ ہجری کو مدینۃ الرسولؐ میں پیدا ہوئیں۔ حضورؐ ہی نے آپ کا نام زینب تجویز فرمایا۔ زینب نام ان دنوں بڑا مقبول تھا۔ اُم المومنین میں سے بھی دو کا نام مبارک زینب ہی ہے۔ ایک "زینب ام المساکینؓ" دوسری آپؐ کی پھوپھی کی لڑکی جن سے پہلے حضرت زیدؓ کا نکاح ہوا تھا۔ پہلے ان کا نام "برہ" تھا۔ آپؐ نے زینب رکھا۔ آپؐ کی ایک بیٹی کا نام بھی "زینبؓ" تھا۔ ان کی وفات کے بعد شاید ان کی یاد میں نواسی کا نام بھی یہی تجویز فرمایا۔ بہرحال فاطمی نسل میں یہ نام اتنا مقبول ہوا کہ آج یہ نام تاریخی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ زینب کے لفظی معنے خوبصورت یا خوشبودار کے ہیں بعض نے زینب کے لفظ کی یوں بھی تشریح کی ہے کہ زین اور اَب دو لفظ ہیں۔ زین کے معنی زینت اور اَب سے مراد آبا یعنی زینتِ پدر مراد لیا ہے۔ چونکہ آپ نے زندگی بھر بڑے بڑے اور بے شمار آلام و مصائب جھیلے ہیں۔ اس لئے آپ کو "ام المصائب" بھی کہتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی نسبت سے "نائبۃ الزہرا" بھی کہا جاتا ہے۔ "ام کلثوم" آپ کی کنیت ہے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت سلمانؓ نے حضورؐ کو آپ کی ولادت کی خبر دی تو حضورؐ نے فرمایا۔ کہ مجھے جبرئیلؑ نے اس دختر نیک اختر کے روح فرسا آلام و مصائب کی خبر بھی دی ہے۔

آپ بڑی فصیح و بلیغ اور موثر تقریر کیا کرتیں۔ آپ کے وعظ اور خطاب نے ابن زیاد اور یزید کے دربار میں وہ اثر پیدا کیا کہ مخالفین کے دل بھی نرم ہو گئے۔ اور وہ ان کی خوشنودی تلاش کرنے لگے۔ اس لئے بھی آپ کو عقیلہ کہا جاتا ہے۔ آپ نے اپنے مادرزاد بھائی حسینؓ کا ساتھ بچپن سے لے کر شہادت تک دیا۔ اور ہر قسم کے آلام و مصائب برداشت کئے۔ اپنے دو لڑکے قربان کئے اور اس سانحہ کے بعد آلِ حسینؓ کو یا مرنے سے بچایا۔ اور زندگی بھر حسینؓ کا ساتھ دیا۔ اس لئے آپ کو شریکۃ الحسینؓ بھی کہتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ حضرت زینب والدہ ماجدہ کی وصیت کے مطابق نہ صرف بہن بھائیوں کے آلام و مصائب میں ہمیشہ شریک رہیں۔ بلکہ ہر مرحلہ پر خود صبر و سکون کا پہاڑ بن کر سب کی ڈھارس بندھاتی۔ آپ سارے خاندان سے والہانہ عقیدت اور مادرانہ شفقت کرتی ہیں۔ جہاں تک کہ حضرت حسینؓ کی زندگی میں ہوش رہا۔ واقعات سے متاثر ہو کر اشکبار اور شدتِ غم سے بیمار پڑ تی ہیں۔ وہاں شہادت کے بعد نظم و ضبط اور صبر و استقامت کا پہاڑ نظر آتی ہیں۔ بچپن ہی سے مصائب سے آشنا رہی ہیں۔ مالی پریشانی، ناناؐ کا وصال، حسینؓ کی تربیت۔ والد کی پریشانی، شوہر کی رضاجوئی، اولاد کی پرداخت مشکلات کا ایک پہاڑ ہے۔ جو آپ پر ٹوٹ پڑا ہے۔ مگر وہ ؎

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

القصہ بچپن سے وفات تک گردشِ زمانہ کا شکار رہیں ۳۰ برس کی عمر، باپ کی جدائی، بھیا بھائیوں کے مصائب کچھ ایسی گردش رہی کہ "الامان" اہل بیت پر مصیبتوں کے دروازے کھل گئے۔ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے۔ کہ ان مصائب کے ساتھ بچپن ہی سے گھریلو ذمہ داریاں معصوم کندھوں پر آ گئیں۔ مگر وہاں بھی آپ عزم و ثبات کا پہاڑ نظر آتی ہیں۔

آپ نے ابتدائی ساڑھے پانچ سال اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ کی گود میں گذارے۔ اور تعلیم اپنے ناناؐ سے حاصل کی۔ ۵ سال کی عمر میں جب حضورؐ کا وصال ہو گیا تو عین ۶ ماہ بعد آپ شفقتِ مادری سے بھی محروم ہو گئیں۔ اور حضرت علیؓ آپ کی تربیت فرمانے لگے۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ تقریر کرتے وقت اپنے علم و عمل سے سامعین کو بے حد متاثر فرماتیں۔ جب آپ عورتوں کے سامنے تفسیرِ قرآن اور نکات بیان فرماتیں۔ تو اکثر سامعین مسحور ہو جاتے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ اشاعتِ حق اور تبلیغ دین میں گذرا۔ آپ کے علم اور فصاحت و بلاغت کا اتنا زور تھا۔ کہ میدانِ کربلا میں عمر بن سعد۔ کوفہ کے دربار میں۔ ابنِ زیاد۔ کوفہ سے شام تک کے سفر اور دمشق کے مقام پر دربارِ یزید میں آپ نے وہ خطاب فرمائے جن کی نظیر نہیں ملتی۔ اور یہ آپ کے خطبات کی تاثیر تھی کہ جانی دشمن اور پتھر دل انسان بھی وقتی طور پر پگھل جاتے۔ بمارِ کربلا حضرت امام زین العابدین کے قتل کے سلسلے میں آپ کے خطبات کا ذکر آتا ہے۔ کہ عمر و بن سعد، ابن زیاد اور یزید محض آپ کے وعظ کی بدولت ان کے قتل سے باز رہے۔ دربارِ یزید میں آپ کے وعظ اتنے جادو بیاں ہیں کہ یزید کو اپنی سلطنت خطرے میں نظر آنے لگی اور اس نے آپ کو قتل کرنے کی بجائے مدینہ میں زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دی۔

آپ کی عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی۔ حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کی بیٹی۔ حسنؓ اور حسینؓ کی بہن اور شہدائے کربلا محمدؓ اور عونؓ کی والدہ اور ام سلمٰی کی پروردہ ہیں۔ ان کی تعمیر اور تربیت میں ان بزرگوں کا کردار جلوہ نما ہے۔ نسائیت کی وجہ سے قتال میں عملی حصہ تو نہیں لیا۔ لیکن حسینؓ اور آلِ حسینؓ کی حفاظت خیموں کا بندوبست، بچوں کی نگہداشت اور آخر میں شہادت کے بعد سالارِ قافلہ کی حیثیت سے وہ فرائض انجام دئیے ہیں کہ بڑے بڑے جرنیل یہ کام نہیں کر سکتے۔ اس ضمن میں آپ کے مواعیظ بہت مشہور ہیں۔ آپ کو "زہرۂ ثانی" بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ مائی فاطمہؓ کی طرح خدا پرست، دین کی خدمت گار۔ شوہر کی فرمانبردار اولاد اور خاندان کی خبرگیر۔ خلقِ خدا پر مہربان اور عوامی غرباء کی سرپرست نظر آتی ہیں۔ صابرہ اور شاکرہ کا پورا جلوہ اس وقت سامنے آتا ہے جب کہ آپ قید میں اپنی خوراک تک بچوں میں تقسیم فرما دیتی ہیں۔

جب آپ جوان ہوئیں تو آپ کی شادی عبداللہ بن جعفرؓ بن ابوطالب سے ہوئی۔ آپ کی اولاد چار لڑکے اور ایک لڑکی مشہور ہے۔ دو لڑکے عونؓ اور محمدؓ میدان کربلا میں اپنے ماموں امام حسینؓ پر قربان ہو گئے۔ جب حضرت حسینؓ نے مکہ سے جانے کا قصد فرمایا تو زینبؓ نے اپنے خاوند سے اجازت لے کر بھائی کا ساتھ دیا۔ حضرت عبداللہؓ نے بہن بھائی کی بے پناہ محبت کے پیش نظر آپ کو اجازت دے دی۔ وہ خود تو بیماری کی وجہ سے ساتھ نہ جا سکے۔ مگر اپنے دو بیٹوں عونؓ اور محمدؓ کو جناب امامؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور حکم دیا کہ وقت پڑنے پر جان پر کھیل کر بھی ماموں کو بچائیں۔ چنانچہ مائی زینبؓ آخر دم تک امامؓ کے ساتھ رہیں۔ اور بھائی کے بعد بھی تا زندگی ان کے تمام خاندان کی نگران اور سالارِ قافلہ رہیں۔

دس محرم کو جناب امام حسینؓ کا بیٹا اکبر شہید ہوا تو آپ بھتیجے کی لاش سے لپٹ گئیں۔ جناب امامؓ نے آپ پر عبا ڈال دی اور اپنی غمزدہ بہن کو [illegible] سامنے آئے۔ تو آپ نے اسی دن اپنے دونوں فرزند بھائی پر نثار کر دئیے۔ جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ جب آپ کو دونوں بیٹوں کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا۔ "خدا کا شکر ہے میں سرخرو ہوئی۔"

جب شمر لعین عمرو بن سعد کے حکم سے حضرت حسینؓ کے سینہ پر بیٹھا تو مائی زینبؓ نے پکار کر خطاب کیا۔ اور کہا "میرے بھائی کو ظلم کی تیغ سے ذبح کر رہے ہو۔ قیامت کے دن میرے نانےؐ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟"

پھر جب شمر نے خیمہ اطہر لوٹ کر بیمارِ کربلا کو شہید کرنا چاہا تو مائی زینبؓ نے اپنے آپ کو بیمار بھتیجے پر گرا دیا۔ اور کہا کہ میرے ہوتے ہوئے کوئی انہیں قتل نہیں کر سکتا۔ عمرو بن سعد کی خواہش تھی کہ نسل نبیؐ کا خاتمہ ہو جائے۔ اس لئے اس نے حکم دیا کہ تمام خیام کو نذرِ آتش کر دیا جائے۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ خیموں کے ساتھ بچے اور عورتیں بھی جل جائیں گی۔ چنانچہ آپ اپنے بھتیجے بیمارِ کربلا کے پاس گئیں۔ اور ان سے کہا کہ خیمہ سے نکل کر جان بچاؤ۔ آپ بار بار جلتے ہوئے خیموں میں جاتیں اور بلکتے ہوئے بچوں کو باہر نکال کر لاتیں اس طرح مردانہ وار آپ نے سب کی جانیں بچائیں

جب میدانِ کربلا سے آپ کا لٹا لٹایا قافلہ روانہ ہوا تو آپ نے سالارِ قافلہ کے فرائض سرانجام دئیے۔ شہادتِ حسینؓ کے بعد پہلی رات آپ اور ام کلثوم نے آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر پہرہ دیا۔ اور ایک لمحہ بھر کے لئے بھی آرام نہ فرمایا۔ جب یہ لٹا ہوا قافلہ کوفہ پہنچا اور معاملہ ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا۔ تو آپ نے سب سے پہلے اہلِ کوفہ کو خطاب کیا اور کہا۔ "اے کوفیو! میرے بھائی کو دعوت دے کر وعدہ سے پھر جانے والو! تم نے ایمان کے رشتے کو استوار کرنا چاہا۔ مگر اپنی شقاوتِ قلبی کے سبب اپنے قول و قرار سے پھر گئے۔ تم نے ہمیں بے وارث کیا۔ اور اب افسوس جتاتے ہو۔ اب رونے سے کیا فائدہ اور چہ حاصل ؎

جہاں میں پیش بیٹی باپ کی تصویر کرتی ہے
بھرے بازار کوفہ میں جب تقریر کرتی ہے

لیکن تصویر کا دوسرا رخ بھی یاد رہے۔ کہ کربلا کے میدان، کوفہ کے بازار، ابن زیاد کے دربار اور یزید کی مجلس میں اپنے آپ کو بذریعہ خطابات یوں روشناس کرایا۔ کہ لکھا ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ "زینبؓ نہیں بلکہ علی مرتضیٰؓ بول رہے ہیں۔" یہ خطبے۔ جرأت، استقلال، صبر استقامت۔ غیرت نفس اور علوِ نفس کے چمکتے آئینے ہیں۔ جن میں حضرت زینبؓ کی مکمل تصویر نظر آتی ہے۔ اہل کوفہ اور اہل دمشق نے خود ان کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف کیا — یہ خطبات اتنے مؤثر تھے کہ اپنا رنگ لائے بغیر نہ رہے۔ حتیٰ کہ مخالفین کی بیگمات نے محلات سے ہمدردی شروع کر دی اور یزید بھی مصلحت کے پیشِ نظر مزید مروّت برتنے لگا۔

ابن زیاد کے بھرے دربار میں حضرت زینبؓ نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے میرے بھائی کی قسمت میں شہادت لکھی تھی۔ جس دن خدا تعالےٰ سب کو جمع کرے گا۔ اس دن تیرے پاس کیا جواب ہو گا اور تو کس طرح نجات پائے گا۔ ابن زیاد یہ سن کر سخت غصہ ہوا اور امام زین العابدینؓ کے قتل کا حکم دے دیا۔ مگر مائی زینبؓ ان سے لپٹ گئیں اور کہا کہ پہلے مجھے قتل کرو۔ اس پر ابن زیاد بہت نادم ہوا اور اسیرانِ اہل بیت کو ایک مکان میں قید کر دیا۔ ۹۵ برس کی عمر کے زید بن ارقمؓ رسول پاکؐ کے صحابی تھے۔ وہ آپ کے خطاب سے اتنے متاثر ہوئے کہ بھرے دربار میں ابن زیاد کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اس نے ان سے کہا کہ اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کرا دیتا۔

جب یہ قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ بیمارِ کربلا کی گردن اڑا دی جائے حضرت زینبؓ نے جب یہ سنا تو خاموش نہ رہ سکیں۔ نہایت کرب انگیز لہجہ میں فریاد کی اور کہا "اے یزید! تو نے ہم پر زمین و آسمان تنگ کر دیا ہمیں قید میں ڈالا۔ ہماری تشہیر کرائی۔ کیا تو خدا کا فرمان بھول گیا ہے؟ کہ خدا ڈھیل اس لئے دیتا ہے تاکہ گنہگار اور گناہوں میں مبتلا ہو۔ کیا یہ انصاف ہے کہ تو اپنی ازواج اور کنیزوں کو پردے میں بٹھائے اور دخترانِ رسولؐ کو قید کر کے ان کی تشہیر کرائے تو اپنی طرف سے کوئی کسر نہ چھوڑ مگر یاد رکھ تو ہمارے ذکر کو مٹا نہیں سکے گا اور تیری جماعت پراگندہ ہو گی۔ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو۔" اس خطبہ سے اہل شام کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور حقیقتِ حال ان پر آشکارا ہو گئی۔ یزید یہ حال دیکھ کر ڈر گیا اور اس خیال سے کہ کہیں بغاوت نہ پھیل جائے۔ اسیروں کو قید خانہ میں بھیج دیا ؎

نہ تنہا جہانِ ظلم کو تسخیر کرتی ہے
تیری مظلومیت زینب عجب تاثیر کرتی ہے

حضرت زینبؓ شام کے قید خانہ میں دن بھر روزہ سے رہتیں۔ اور تمام رات بھی عبادت و ریاضت میں گذارتیں۔ اگرچہ رنج و الم سے آپ کی کمر خمیدہ اور بال سفید ہو گئے اور آپ اس قدر کمزور ہو گئیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی سہارے کے بغیر کھڑی نہ ہو سکتیں۔ مگر پھر بھی تمام رات عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتیں۔ اور اپنے حصے کا کھانا بچوں کو کھلا دیا کرتیں اور خود بھوکی رہتیں۔ اس قید کے دوران آپ نے اسلام کی نہایت عالیشان خدمات انجام دیں۔ چنانچہ یزید بھانپ گیا کہ ان حضرات کا یہاں رکھنا خطرے سے خالی نہیں۔ ؎

لرز جاتے ہیں دل روتی ہے دنیا خون کے آنسو
لسان اللہ کی بیٹی عجب تقریر کرتی ہے

لہو سے کربلا میں مصحفِ ناطق نے کیا لکھا
بہن ہر ہر قدم پر شام میں تفسیر کرتی ہے
اسے بھی چھین لے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جانتا
رخِ زینب کا پردہ چادرِ تطہیر کرتی ہے

چنانچہ اس نے ان کی دلجوئی شروع کر دی۔ اور امام زین العابدینؓ کو دربار میں بلا کر عزت و تکریم سے بٹھایا۔ اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو یہیں قیام فرمائیں۔ اور اگر خواہش ہو تو مدینہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی سالارِ قافلہ پھوپھی حضرت زینبؓ سے صلاح کے بعد مدینہ جانے کی خواہش ظاہر کی اور یزید نے آپ کو پانچ سو سواروں کی حفاظت میں مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔

آپ کی وفات کے متعلق اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ آپ مصر میں مدفون ہوئیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی قبر اطہر شام میں ہے بعض جگہ لکھا ہے کہ مدینہ واپس جانے کے تقریباً ۶ ماہ بعد اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئیں۔ اور مدینہ طیبہ میں مدفون ہوئیں مگر نشان ناپید ہے واللہ اعلم بالصواب۔ وصال کے وقت آپ کی عمر پچپن برس تھی۔

مصر کی مشہور فاضلہ ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی نے اپنی کتاب "بطلۃ کربلا" میں حضرت زینب کی قبر پر مندرجہ ذیل اشعار کندہ بتائے ہیں اس نے آپ کی قبر شام میں لکھی ہے۔ اشعار یہ ہیں ؎

شنیدم زینب مظلومہ زار
چنیں مے گفت با شمرِ ستمگار
بیا اے شمر شرمے از خدا کن
ترحم بر حریم مصطفیٰ کن
مبر از تن سرِ سالارِ ما را
مکش ایں مونس و غمخوارِ ما را
رہا کن ایں غریب ناتواں را
بجائے او بکش ما بے کساں را

خدا ہماری بہنوں کو بھی حضرت زینبؓ کی زندگی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیشہ صبر و شکر اور عزم و اثبات کی رہنمائی کرے دراصل خوشی پر شکر اور غمی پر صبر اسلامی طریقہ ہو۔ اور ان ہر دو صبر و شکر کے نتائج خدا کی رضامندی اور جنت کی نعمتوں پر منتج ہوتے ہیں۔

بقیہ :- فضائلِ جمعہ

تو بہر حال جمعہ ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ ایک جگہ جمع ہوں اور جمع ہونے کی صورت یہ ہے کہ منہ اللہ کی طرف ہو استقبال کرو قبلہ کا، جب ایک رخ ہو گا مجتمع ہو جاؤ گے جب آمنے سامنے ہوں گے۔ تب ٹکر پیدا ہو گی۔

جب سب کا رخ ایک طرف ہو گا۔ ٹکراؤ کی کوئی وجہ نہیں۔ آپ میں سے جو حضرات حج کے لئے گئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ طواف کرنے کی جگہ میں کئی کئی لاکھ آدمی طواف کرتے ہیں۔ بیت اللہ شریف ایک مقام میں دو دو لاکھ تین تین لاکھ آدمی جمع ہیں۔ مرد اور عورت اور ہجوم، کندھے سے کندھا چھلتا ہے۔ لڑائی نہیں ہوتی۔ حالانکہ بہت لڑائی ہونی چاہیئے مگر نہیں ہوتی، کیوں نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ سب ایک ہی رُخ میں گھومتے ہیں۔ اگر کچھ ادھر کو چلتے کچھ ادھر کو چلتے تو ہوتی مڈ بھیڑ۔ تو اچھا خاصا تصادم ہوتا۔ کیونکہ ایک رخ ہے۔ اس لئے لاکھوں جمع ہیں۔ کوئی ان میں ٹکر نہیں تو جب آپ آئیں گے جامع مسجد میں تو سب کا رُخ ایک ہی طرف ہو گا۔ تو یگانگت پیدا ہو گی۔ کوئی ٹکراؤ نہیں آپس میں۔ تو جب جائیں گے باہر تو کسی کا منہ دکان کو کسی کا منہ دفتر کوئی دوسرے کے سامنے اس میں تصادم ٹکراؤ اور جھگڑے شروع ہونگے۔ یہاں ظاہری طور پر، باطنی طور پر منہ اللہ کی طرف ہے۔ وہاں منہ کا سامنا دوسرے کی طرف ہے۔ لیکن دل کا منہ اگر خدا کی طرف کر لیا جائے تو وہاں بھی وہی شکل پیدا ہو جائے گی۔ قلب اگر صحیح ہو جائے۔ تو جمعہ کا دن بتلاتا ہے کہ جیسے تم ظاہر میں جمع ہو گئے ہو۔ باطن میں بھی ہم نے تمہیں جمع کر دیا۔

اس لئے جب تم باہر جاؤ۔ تو باطن کا رُخ ایک رکھو۔ اللہ سے لو لگائے رکھو۔ تو تم میں تفرق نہیں پیدا ہو گی۔ بہر حال جمعہ یوم امتحان بھی ہے کہ یہ امت کامیاب ہوئی۔ جمعہ یوم جامعیت بھی ہے کہ جس نے تمام بکھری ہوئی چیزیں جمع ہوئیں۔ جمعہ یوم فضیلت بھی ہے۔ جس میں انسانوں کو فضیلت ملی۔ جمعہ یوم مزید بھی ہے کہ جس میں دربارِ خداوندی میں حاضری کی عادت پڑی اس لئے جمعہ کو انتہائی ذوق سے انتہائی شوق سے ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

اور اذان جمعہ سے پہلے آکر مسجد میں صف اول میں بیٹھنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ فضائل و برکات حاصل ہوں۔ اس مختصر سے وقت میں یہی موضوع سامنے تھا۔ جمعہ سامنے تھا۔ اسی کے متعلق میں نے چند باتیں عرض کیں۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے آمین

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ

غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ

اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

(آمین)

بقیہ :- مجلس ذکر

کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک بخشش کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کا سارا کام درست ہوتا ہے اور ۷۲ بخششیں اس کو قیامت کے روز ملیں گی۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ مخلوقِ خدا کی مثال اللہ تعالےٰ کے کنبے جیسی ہے اس لئے اللہ کو مخلوق میں وہی شخص زیادہ پیارا لگتا ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے سلسلہ میں بیان کرتے ہوئے بڑی اہمیت کے ساتھ بتایا۔ کہ سنو! متوجہ ہو جاؤ۔ میں تم لوگوں کو وہ چیز بتلاتا ہوں جس کا درجہ نماز سے زیادہ بڑا جس کا درجہ روزہ سے زیادہ بہتر ہے۔ سنو! وہ چیز یہ ہے۔ کہ جب کبھی دو مسلمانوں میں نااتفاقی اور ناچاقی ہو جایا کرے۔ تو تم لوگ ان کے درمیان صلح کروا دیا کرو۔ تمہارا یہ عمل اللہ تعالےٰ کے نزدیک تمہاری نماز اور روزہ سے زیادہ بہتر شمار ہو گا۔

ان اخلاق حمیدہ کے ساتھ ساتھ اپنے ایمان کی سلامتی کے لئے دعا فرماتے رہا کریں حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرا ۷۵ سالہ تجربہ ہے کہ ایمان اللہ کے فضل سے نصیب ہوتا ہے اور اللہ کے فضل ہی سے باقی رہتا ہے۔ میں نے بڑے بڑے علماء کے ایمان بھسم ہوتے دیکھے ہیں۔ نیکی اور علم پر غرور و گھمنڈ کرنے سے ایمان کے ختم ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ جس طرح پھل لگنے سے درخت کی شاخیں جھک جاتی ہیں اسی طرح انسان کو نیکی اور علم کا پھل لگنے سے عاجزی و انکساری اختیار کرنی چاہئے۔ اور خوف خدا دل میں پیدا کرنا چاہئے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ انسان میں اگر خوفِ خدا ہے تو یہ فرشتوں سے بھی زیادہ افضل ہے۔ اگر اس میں خوفِ خدا نہیں۔ تو اس سے بڑھ کر کوئی درندہ۔ بے حیا۔ کمینہ، ظالم اور کوئی نہیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے۔ اور کثرت سے یادِ خدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ :- خطبہ جمعہ

انسان بالکل اس میں کھپ جائے کہ گویا خدا تعالیٰ سے کوئی واسطہ ہی نہیں اور یہ کافر ہی کی زندگی کی شان ہے۔ مسلمان کی زندگی کی شان نہیں۔

یاد رکھو!

دنیا جس کی طلب میں دین و آخرت کا ہوش نہ رہے، جائز و ناجائز کی تمیز اٹھ جائے، دوزخ و جنت کا خوف و شوق دل سے نکل جائے، خدا کی رضا و ناراضی کا غم نہ رہے تو یہ کافر و کفر کی دنیا کے سوا کیا ہے —— یہ دنیا کی طلب نہیں بلکہ دنیا کا عشق و جنون ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہمیں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے —— ہم دنیا میں رہیں۔ مگر دنیا سے دل نہ لگائیں۔ دنیا کی محبت ہمارے دل میں نہ رہے۔ خدا سے تعلق ہر گھڑی اور ہر آن قائم رہے۔ اور ہماری کیفیت یہ ہو جائے کہ ہاتھ خدا کے حکم کے مطابق کار میں ہوں اور دل یار میں۔ یعنی خداوند قدوس جل شانہ کی یاد میں شاغل ہو۔ اور یہ کیفیت فقط اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھے، ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے اور ان کی تعلیمات پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے — اور یہی خلوت در انجمن ہے۔ کہ انسان دنیا کے کاموں میں اور دوستوں یاروں میں بھی مصروف ہو— مگر دل اللہ جل شانہ سے جڑا ہوا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ مقام حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اطلاع

ڈاکٹر مناظر حسین نظر ایڈیٹر خدام الدین کا ایک مضمون بعنوان "شیخ التفسیر بارگاہ نبوی میں" روزنامہ حالات کے شیخ التفسیر نمبر میں شائع ہوا تھا بعض حقائق ناآشنا اور اہل اللہ کے مقالات ۲۴ سے بے خبر حضرات نے اپنی کم علمی کے باعث اس پر اعتراضات کئے ہیں چنانچہ آئندہ اشاعت میں حضرت مولانا امین الحق صاحب مدظلہٗ کے قلم سے اس کا منہ توڑ جواب ملاحظہ فرمائیں۔

(ادارہ)

بچوں کا صفحہ

حقوقِ ہمسایہ

عبید الرحمٰن اورنٹیل ٹیچر۔ بی ٹی ایم ہائی سکول بوریوالہ

دوسروں سے بہتر سلوک کرنا۔ان کی کی ضرورتوں اور حاجتوں کا خیال رکھنا اور اپنے متعلق ایثار سے کام لینا بہت بڑی نیکی اور اخلاقی بلندی ہے۔اہل محلہ اور پڑوسیوں کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ اسلام نے تاکید کی ہے کہ ان کے ساتھ نیکی اور احسان کا برتاؤ کیا جائے اور ان کی ضروریات اور حاجات کی جہاں تک ہو سکے تکمیل کی جائے۔اس سلسلہ میں تاکید فرمائی گئی ہے کہ حسن سلوک میں چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر اور معمولی نہ سمجھا جائے۔اور ہر ممکن حد تک اس کی امداد اور اعانت کو وظیفۂ حیات بنا لیا جائے۔اگر کوئی اعانت ممکن نہیں تو کم از کم اتنا ہی ہو کہ خندہ جبینی اور شگفتہ روئی سے پیش آئے۔ترمذی شریف میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص نیکی کی کسی قسم کو بھی معمولی اور بے وقعت نہ سمجھے اور اگر وہ اپنے بھائی کو دینے کے لئے اپنے پاس اور کچھ نہ پاتے تو اتنا ہی کرے کہ اسے ہنستے چہرے ملے۔اور دیکھو۔کہ تمہارے پڑوسی کا تم پر اتنا حق ہے۔کہ جب تم گوشت خریدو یا ہانڈی پکاؤ تو اس میں شوربا بڑھا دیا کرو پھر تھوڑا سا اس میں سے اپنے پڑوسی کے لئے بھی نکال دیا کرو۔

اس حدیث کا مطلب بالکل صاف ہے یعنی ہر شخص کو تاکید کی گئی ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو اپنے بھائی اور اہل خانہ کی حیثیت دے اور ان کے حقوق اور واجبات کی ادائیگی میں فراخ حوصلگی، بلند ہمتی اور بلند اخلاق کا ثبوت دے۔کوشش کرے کہ ان کے ساتھ ہدایا اور تحائف کا تبادلہ ہوتا رہے اگر ان پر غربت و مسکنت اور افلاس اور ناداری کا تسلط ہو اور کوئی چیز پیش کرنے سے قاصر ہو جب بھی ایسی آسان صورتیں پیدا کی جا سکتی ہیں کہ ان کے تعلقات میں استواری اور پائیداری بڑھتی جائے مثلاً اگر ہانڈی پکائی ہے تو اس میں سے کچھ پڑوسی کے لئے بھی نکالے۔اگر اس کے مالی حالات اس کی بھی اجازت نہیں دیتے اور ہانڈی بھی باقاعدہ نہیں پکتی تو کم سے کم یہی کرے کہ اپنے پڑوسی کو خندہ پیشانی شگفتہ مزاجی اور ہنسی خوشی سے پیش آئے۔اس پر نہ تو پیسے خرچ ہوتے ہیں نہ ہی کوئی مالی خسارے کا خطرہ ہے۔یہ ایسی چیزیں ہیں جو بغیر کچھ خرچ کئے صرف الفاظ و حروف کی نرمی کے ذریعے باہمی علائق میں استحکام و مضبوطی کا باعث بنتی ہے آخر ان کو اختیار کرنے میں ہچکچاہٹ کیوں ہو اس کے دو فائدے ہیں۔ایک آپس میں تعلقات کی مضبوطی، دوسرے شریعت کے ایک حکم پر عمل کرنے کا ثواب۔

اس حدیث کے مضمون کو اگر پھیلایا جائے اور اس پر اس طرح غور کیا جائے کہ اگر ایک ساتھ کے گھر کے دوسرے ساتھ کے گھر سے، ایک ساتھ کے محلہ کے دوسرے ساتھ کے محلے سے، ایک ساتھ کے شہر کے دوسرے ساتھ کے شہر سے، ایک پڑوسی ملک کے دوسرے پڑوسی ملک سے تعلقات مضبوط اور مخلصانہ ہوں تو ہر قسم کے جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں اور یہ جنگی اسلحہ اور حرب و ضرب کی تمام مہلک تیاریوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور لوگ نہایت آرام و آسائش سے زندگی گزارنے لگتے ہیں اور اُفقِ عالم پر مصائب و مشکلات کی جو سیاہ گھٹائیں چھائی ہیں یہ طریقہ ان کو ختم کر سکتا ہے۔

مبارک بیٹا

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے ولی اللہ ہوئے ہیں۔ان کے ماں باپ عیسائی تھے۔وہ ابھی چھوٹے بچے ہی تھے کہ ماں باپ نے انہیں ایک پادری کے پاس پڑھنے بٹھایا۔پادری نے ان کو پہلا سبق یہ دیا کہ کہو اللہ تین ہیں۔معروفؒ کی زبان سے یہ خود بخود نکلا کہ اللہ ایک ہے۔پادری نے کہا۔ارے یوں نہ کہہ بلکہ یوں کہہ اللہ تین ہیں۔معروفؒ نے پھر کہا اللہ ایک ہے۔اب پادری نے ان کو ڈانٹا۔اور اللہ تین کہنے پر مجبور کیا مگر وہ ہر مرتبہ یہی کہتے تھے کہ اللہ ایک ہے۔پادری نے دِق ہو کر ان کو مارنا شروع کیا۔پھر بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔معروفؒ روتے تھے اور یہی کہتے جاتے تھے اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔آخر ایک دن پادری نے ان کو اس بے رحمی سے مارا کہ وہ صبر کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ گئے اور اس خوف سے گھر بھی نہ گئے۔کہ ماں باپ دوبارہ انہیں اس پادری کے سپرد کر دیں گے۔پھر کسی کو معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں گئے۔حضرت معروف کرخی بستی سے نکل کر حضرت علی ابن موسیٰ الرضا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے — اور ان کے ہاتھ پر اسلام سے مشرف ہوئے ادھر پادری نے مشہور کر دیا کہ وہ لڑکا بے دین ہو گیا۔اچھا ہوا دفع ہوا — ورنہ دوسرے لڑکوں کو بھی بگاڑ دیتا۔مگر معروف کے ماں باپ اپنے بچے کی جدائی میں تڑپتے تھے۔اور کہتے تھے۔کاش ہمارا بچہ واپس گھر آ جائے خواہ وہ کسی دین پر ہو۔بلکہ اگر وہ چاہتا تو ہم بھی اس کے دین میں اس کے ساتھ اتفاق کرتے —

ایک دن حضرت معروفؒ کو اپنے ماں باپ کا خیال آیا۔ان کو ملنے کے لئے گھر آئے۔دروازہ پر دستک دی — اندر سے آواز آئی کون ہے۔کہا میں ہوں تمہارا معروف۔پوچھا کس دین پر ہو۔کہا دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔یہ سنتے ہی ان کے ماں باپ دونوں مسلمان ہو گئے

(مولانا محمد نذیر صاحب عرشی)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/۷ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء